مسلسل اشاعت کے 59 سال

ماہنامہ الحق

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

700

جمادی اول، ثانی ۱۴۴۵ھ

دسمبر ۲۰۲۳

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَسَلِّم تَسلِیمَا

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

جلد نمبر............59
شمارہ نمبر 03
جمادی الاول، ثانی...... ۱۴۴۵ھ
دسمبر ۲۰۲۳ء

مدیر اعلیٰ	نگران	باہتمام	بانی
حافظ راشد الحق سمیع حقانی	مولانا حامد الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق صاحب	حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ

نائب مدیران: مولانا حبیب اللہ حقانی، مولانا محمد اسلام حقانی منتظمین: مولانا محمد فہد، بابر حنیف

فہرست مضامین

- نقش آغاز: سفر انڈونیشیا: مذہبی سفارتکاری۔ مولانا عبدالمعبودؒ کی وفات...... مولانا راشد الحق ۲
- قربِ قیامت کی نشانیاں .... شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق مدظلہ ۶
- حضرت شیخ الہند اور عصر حاضر کے چیلنجز .... حضرت مولانا محمد عیسیٰ منصوری ۱۴
- مکاتیب مولانا عبدالحقؒ بنام مولانا اکبر شاہ بخاری........ مولانا اکبر شاہ بخاری ۱۹
- مذہبی سفارت کاری کیا ہے؟ .... جناب خورشید ندیم ۲۳
- حضرت مولانا محمد ادریس کا سفر جاپان......(قسط۲) .... مولانا اسامہ سمیع ۲۶
- اسرائیل کیساتھ معاشی اور اقتصادی بائیکاٹ........ مولانا مفتی عبید الرحمٰن ۳۱
- ڈی فائی: ایک اور نیا عالمی معاشی بحران؟........ ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی ۳۸
- غزہ کے جیالے: عہد اولیں کے علمبردار .... مولانا محمد صابر حسین ندوی ۴۷
- سرمایہ داری کا ابلاغی طوفان اور ڈوبتی انسانیت........ جناب شاہ نواز فاروقی ۴۵
- مرعوب، غلام اور مجبور امتِ مسلمہ .... مفتی ذاکر حسن نعمانی ۵۲
- دار العلوم کے شب وروز .... صاحبزادہ عبدالحق ثانی ۵۷
- تعارف وتبصرہ کتب .... مولانا محمد اسلام حقانی ۶۰

نوٹ: مضمون نگار حضرات کی آراء سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ ''الحق'' دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔ فون نمبر: 630435 -923 92+ فیکس 630922 923 92+
ای میل: editor_alhaq@yahoo.com -------- موبائل نمبر: 03159898998 0333-9167789
ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk -------- فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/70 روپے۔ سالانہ -/800 روپے۔ بیرون ملک 40$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا راشد الحق سمیع، جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

نقش آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم مولانا راشد الحق سمیع

سفر انڈونیشیا: مذہبی سفارتکاری

انڈونیشین حکومت کی دعوت اور انٹرنیشنل ریسرچ کونسل برائے مذہبی امور کے زیر اہتمام مذہبی سفارتکاری پروگرام کے تحت ۲۸ نومبر تا ۱۲ دسمبر انڈونیشیا کا چودہ روزہ دورے کا موقع ملا، ہمارے ساتھ اس دورہ میں پاکستان کے مذہبی، سیاسی جماعتوں کے اہم رہنما، نامور علما اور ممتاز بین الاقوامی شہرت کے حامل سکالرز کا پندرہ رکنی وفد بھی شامل تھا۔ مذہبی سفارتکاری کے مقاصد کیا ہیں؟ ہم لوگ کیوں گزشتہ پانچ برس سے سفارتکاری کے ذریعے مختلف ممالک اور مختلف پلیٹ فارمز پر جارہے ہیں؟ دراصل بین الاقوامی میڈیا نے نائن الیون کے بعد اسلام اور مدارس کے خلاف بہت زیادہ منفی پروپیگنڈہ کیا، اس زہریلے تاثر کو زائل کرنے کے لئے بین الاقوامی سطح پر مذہبی سفارتکاری کی ضرورت محسوس کی گئی تاکہ پاکستان، مسلم امہ اور دینی مدارس کا اچھا امیج اجاگر ہو کہ علماء اور مدارس کے نمائندے بھی اپنے علم، اچھے اخلاق اور افکارِ تازہ کے ذریعے بہترین سفارتکاری اور ٹھوس مقاصد بھی حاصل کرسکتے ہیں جس طرح بیک ڈور ڈپلومیسی، کرکٹ ڈپلومیسی، پبلک ڈپلومیسی اور آرٹس ڈپلومیسی کی جاتی ہے تو اسی طرح مذہبی سفارت کاری بھی کی جاسکتی ہے۔ ہم نے جاپان، چین اور انڈونیشیا جیسی بڑی اقوام کو دینی مدارس، نصاب تعلیم اور مذہبی تنظیموں کی سیاسی کارکردگی سے انہیں متعارف کرایا اور بڑے عالمی پلیٹ فارمز پر اپنا ایجنڈا پیش کرنے کا موقع ملا جسے وہاں کے میڈیا، قومی اخبارات اور ٹی وی چینلز نے اچھے اور مثبت انداز میں اُسے اپنے عوام کے سامنے پیش کیا اور وہاں کے مختلف دینی مدارس اور اسلامی تنظیموں سے اشتراک عمل اور معادلوں پر کامیاب بات چیت ہوئی۔

دارالعلوم حقانیہ کے ایک نوجوان فاضل مولانا اسرار مدنی نے بقول خورشید ندیم صاحب کہ ''سفارتکاری کے نئے افق تلاش کردیئے ہیں'' یعنی علماء اگر دوسرے شعبوں میں بھی آگے آئیں تو وہ دیگر میدانوں میں بھی بہت کامیاب ہوسکتے ہیں۔ الحمدللہ دارالعلوم حقانیہ کی عظمت اس کے کارنامے اور حضرت والد صاحب شہیدؒ کا نام ہر ملک اور ہر پلیٹ فارم پر پہلے سے متعارف تھا اور ہر جگہ مجھے ان کی وجہ سے بہت ہی زیادہ عزت افزائی سے نوازا گیا، خصوصاً امارت اسلامیہ افغانستان کے حوالے سے بھی لوگ زیادہ مشتاق تھے، تعلیمی اداروں میں بھی دارالعلوم حقانیہ پہلے سے متعارف تھا۔ حضرت والد صاحبؒ کی شہادت کے بعد بیرون ملک کے وفود اور اسلام آباد میں متعین سفارتخانوں کے

نمائندے اور سفیر مسلسل دارالعلوم حقانیہ تشریف لاتے رہتے ہیں اور میرے ان اسفار کی وجہ سے مزید ان پر دارالعلوم حقانیہ کی خدمات واضح ہورہی ہیں، الحمدللہ یہ سب کچھ حضرت والد صاحب شہیدؒ کی تربیت اور انہی کے فیض کا نتیجہ ہے جو مختلف سلسلوں کی صورت میں آج بھی جاری وساری ہے۔

انڈونیشیا کے اس دورہ کے دوران جن سرکردہ شخصیات سے ملاقاتیں ہوئیں ان میں نائب وزیر خارجہ Ms Siti Nugraha Mauluddin.، انڈونیشیا کی سب سے بڑی موثر مذہبی تنظیم نہضۃ العلماء کے سربراہ K.H. Yahya Cholil Staquf.، جامعہ الصدیقیہ کے مہتمم احمد محروس اسکندر، جامعہ محمدیہ کے شیخ شافعی ، وائس منسٹر مذہبی امور سیف الرحمت بسوقی ،ڈائریکٹر اوقاف ،انڈونیشین گرینڈرا پارٹی، پارلیمانی کمیٹی برائے دفاع وخارجہ کے رکن ڈاکٹر فضلی زون، پارلیمانی کمیٹی کے نائب چیئرمین رکن صنعت وسرمایہ کاری کمیٹی اور جسٹس پارٹی کے رکن ڈاکٹر سوکامت، ڈیموکریٹک پارٹی کے رکن پوتو سوپادما روڈانا، رکن کمیشن برائے مذہبی وسماجی امور وآفات اور حقوق نسواں وشنو ویجے آدی پترا، گولکار پارٹی آف انڈونیشیا کے رکن محمد علی رضا سمیت دیگر اراکین پارلیمنٹ اور وزرا شامل تھے، Infid انڈونیشیا کے سول سوسائٹی اور خواتین تنظیموں کیساتھ مکالمہ بھی ہوا، انڈونیشیا میں متعین پاکستانی سفیر جناب امیر خرم راٹھور صاحب بھی وفد کی خدمت میں پیش پیش رہے اور سفارتخانے میں ایک پرتکلف عشائیہ بھی مہمانوں کے اعزاز میں دیا۔

ہمارے اس وفد میں جناب خورشید احمد ندیم (چیئرمین رحمت اللعالمین وختم نبوت اتھارٹی)، برادرم جناب اسرار مدنی (سربراہ انٹرنیشنل ریسرچ کونسل)، شیخ القرآن مولانا محمد طیب طاہری (امیر اشاعت التوحید)، بیرسٹر ظفر اللہ خان (سابق وزیر قانون)، مفتی نعمان نعیم (مہتمم جامعہ بنوریہ) راقم راشد الحق سمیع (مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''الحق'' ونگران دارالعلوم حقانیہ)، جناب ملک حبیب اورکزئی (چیئرمین پاکستان ریڈ کریسنٹ سوسائٹی) جناب مجتبیٰ راٹھور، محترمہ ڈاکٹر فرخندہ منصور، محترمہ بینش عرفان ، جناب اسماعیل خان، جناب رشاد بخاری صاحبان سمیت انڈونیشین سفارتکار جناب رحمت اور جناب ذوالفقار اور جناب ایکسل مرزا صاحبان شامل تھے۔ جکارتہ میں ہمارے وفد کی میزبانی انڈونیشین حکومت نے سرانجام دی، اسلام آباد میں مقیم سفارتخانے کے سینئر سفارتکار بھی ہمارے ساتھ اس سفر میں بطور پروٹوکول آفیسرز ہمراہ تھے، وہاں پر حکومتی اداروں، دینی مدارس، تعلیمی ورفاہی تنظیموں، انڈونیشیا کی عظیم تاریخی مساجد کے ائمہ اور مختلف تنظیموں کے سربراہوں اور حکومتی اہم وزراء سے ملاقاتیں ہوئیں، پروگرام کے اختتام پر چار دسمبر کو ہمارا وفد پاکستان واپس آیا لیکن راقم نے وہاں کے مختلف تاریخی

مقامات اور دنیا کے خوبصورت منفرد جزائر کو دیکھنے کے لئے ایک ہفتہ مزید رکنا مناسب سمجھا، عالم اسلام کے اس سب سے بڑے آبادی والے ملک انڈونیشیا کے جغرافیے، وہاں کے مسلمانوں کے تفصیلی حالات اورتہذیب وثقافت کوان دوہفتوں میں بہت قریب سے دیکھنے اور جاننے کا موقع ملا۔

اس موقع پر برادر جناب محمد اسرار مدنی کا خصوصی شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جن کی محبت، اخلاص اور اصرار کے باعث یہ سفرممکن ہوسکا۔ان شاء اللہ اس سفر کے تفصیلی حالات ماہنامہ ''الحق'' کے لئے لکھنے کا ارادہ ہے۔ قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ

حضرت مولانا عبدالمعبود صاحبؒ کی وفات

ایک عالمِ ربانی کی موت پورے عالم کی موت ہے،اگر ایک عالم ربانی دنیا سے رخصت ہو جاتا ہےتو اس علاقہ کی عوام اس عالم کی موت کے باعث علمی وروحانی روشنی سے محروم ہوجاتی ہے، انہی علمائے ربانی میں سے ایک جامع علمی اور قدآور شخصیت حضرت مولانا عبدالمعبود صاحبؒ بھی تھے جو گزشتہ دنوں انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نماز جنازہ میں راقم ،مولانا عرفان الحق ، مولانا اسامہ سمیع نے شرکت کرکے جامعہ حقانیہ کی نمائندگی کی اور حضرت کے صاحبزادگان سے تعزیت کی ۔ حضرت مولانا عبدالمعبود صاحبؒ راولپنڈی کے بزرگ علمائے کرام اور جید محققین میں سے تھے،آپ باغ سرداراں کے علاقہ مسجد پھولوں والی کے خطیب تھے اور خطابت کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف سے بھی خاصی دلچسپی رکھتے تھے، خاص کر تاریخ ان کا پسندیدہ موضوع تھا، جس میں انہوں نے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے،آپکی تصنیفات نہ صرف علماء بلکہ عامۃ الناس میں بھی مقبول ہیں،''تاریخِ مکہ مکرمہ''اور ''تاریخِ مدینہ منورہ'' پرآپکی تصانیف نے بطور خاص شہرت حاصل کیں، اسکے علاوہ انہوں نے''سیرتِ امہات المومنینؓ''،''شہ کونینؐ کی شہزادیاں'' نامی گرامی کتابوں میں رسالت مآبؐ کی ازواج مطہراتؓ اور صاحبزادیوںؓ کی جامع تاریخ لکھی اور علماء واکابر کے حالات پربھی انہوں نے کئی کتابیں لکھیں جس میں ''تذکرہ وسوانح مولانا حسین علی''،''تذکرہ وسوانح مولانا غلام اللہ خان''،تذکرہ وسوانح مولانا احمد علی لاہوری'' قابل قدر ہیں۔آپکا جامعہ حقانیہ، والدگرامی شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے خصوصی عقیدت ومحبت کاتعلق تھا،آپ اکثر وبیشتر جامعہ حقانیہ تشریف لاتے اور خط وکتابت کے ذریعے بھی اپنا تعلق آخر دم تک قائم رکھا۔شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ پر ماہنامہ ''الحق'' کی خصوصی اشاعت کی تیاری میں آپ نے بڑی لگن اور جانفشانی سے کام کیا،حضرت والدگرامی شہیدؒ نے ''مکتوبات مشاہیر''

میں آپکے بارے میں درج ذیل حاشیہ لکھا: ''عالم ومؤرخ تاریخ مدینہ، تاریخ مکہ مکرمہ، امہات المؤمنین وغیرہ کے مصنف، جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے مکتوب الیہ کے نہایت مخلص وسرگرم ساتھی۔''
حضرت مرحوم کے حضرت والد شہیدؒ کے نام چند خطوط نذر قارئین ہیں:

(۱)

فروری ۱۹۸۴ء: معروض ہوں کہ راقم الحروف کی مؤلفہ ''تاریخ مکہ وتاریخ مدینہ قبل ازیں طبع ہوچکی ہیں اوراب اکابر علماء دیوبنداورانکے بالواسطہ تلامذہ کی تالیفات وتصانیف کی تفصیلات بنام ''تصانیف مشاہیر علماء دیوبند لکھنے کا عزم ہے تاکہ ہر طبقہ کے لوگ اکابر کے علمی، تحقیقی اور ادبی شہ پاروں سے روشناس ہوکر ان سے استفادہ کر سکیں، اسلئے سب سے استدعا ہے کہ اپنی اوراپنے واقف کار علماء دیوبند کی تصانیف کے ذیل تفصیلات سے آگاہ فرمائیں تاکہ ان بے بہا علمی خزینوں سے اہل علم مستفیض ہوسکیں، امید واثق ہے کہ آپ اس عظیم الشان کام کی انجام دہی میں مجھ ناچیز کی حوصلہ افزائی فرمائیں گے............

(۲)

۱۴ جون ۱۹۹۵ء: محترمی و معظمی ومکرمی زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! گرامی نامہ باعث حوصلہ افزائی ہوا، مرحوم بھائی صاحب (جناب عبدالواحد مرحوم ایک متقی اورخدارسیدہ بزرگ جوسالہا سال ماہنامہ ''الحق'' کی کتابت فرماتے اور دارالعلوم میں مقیم تھے۔ مولانا عبدالمعبود صاحب کے بڑے بھائی تھے) کے انتقال پر ملال پر جناب والا کی ہمدردی وتعزیت کے بے حد ممنون ہیں، مزید ان کی مغفرت کیلئے دعا کی ہی درخواست ہے۔

(۳)

۲۴؍اکتوبر ۲۰۱۰ء: سیدی وسندی حضرت اقدس مولانا سمیع الحق زید مجدہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! جناب والا کے جمعیت علماء اسلام پاکستان کے بلا مقابلہ مرکزی امیر منتخب ہونے پر دلی اتھاہ گہرائیوں سے ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں، اللہ نے آپکو عدیم النظیر سیاسی بصیرت، بے مثال علمی پختگی اور سیاسی تفکر وتدبر سے نوازا ہے، آپ کا تابناک ماضی، ملکی وملی، سیاسی و مذہبی گرانقدر خدمات روز روشن کی طرح عیاں ہیں، آپ کی ایوانِ اقتدار میں حق گوئی و بیباکی، جرأت ایمانی اور ہمت وعزیمت جیسی قابل قدر خدمات لائق صد تحسین ہیں۔

تفسیر لاہوریؒ پر کام کے آغاز سے ہی آپ بیتابی سے منتظر تھے، جب تفسیر منظر عام پر آئی اور آپ کی خدمت میں پیش کی تو حضرتؒ نے راقم کے نام درج ذیل مکتوب لکھا:

''بگرامی خدمت مولانا راشد الحق سمیع زید فضلکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! عافیت مدام مطلوب! آں محترم کا عنایت کردہ عظیم الشان تحقیقی ''تفسیر لاہوری'' وصول ہوا، دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا، حضرت مولانا سمیع الحق شہید قدس سرہ کی دیرینہ آرزو اللہ کریم نے پوری فرمادی ہے اور اس جلیل القدر خدمت میں آپ کو بھی شریک فرمادیا ہے، میں آپ کا بے حد شکر گزار اور ممنونِ احسان ہوں (فاجرہ علی اللہ)

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ

قربِ قیامت کی نشانیاں

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ **هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْكَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْن** (الانعام:۱۵۸)

''کاہے کی راہ دیکھتے ہیں لوگ مگر یہی کہ ان پر آئیں فرشتے یا آئے تیرا رب یا آئے کوئی نشانی تیرے رب کی جس دن آئے گی نشانی تیرے رب کی، کام نہ آئے گا کسی کے اس کا ایمان لانا جو کہ پہلے سے ایمان نہ لایا تھا یا اپنے ایمان میں کچھ نیکی نہ کی تھی تو کہہ دے تم راہ دیکھو ہم بھی راہ دیکھتے ہیں۔''

وقال اللّٰہ تعالیٰ فی مقام اخر **اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ○ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ○ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ○ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا** (الزلزال:۱-۴)

''جب زمین اپنے سخت بھونچال سے بڑی شدت کے ساتھ تھرتھرائی جائے گی اور زمین اپنے (سب) بوجھ نکال باہر پھینکے گی اور انسان (حیران وششدر ہو کر) کہے گا: اسے کیا ہوگیا ہے اس دن وہ اپنے حالات خود ظاہر کردے گی۔''

عَنْ عَبْدِ اللّٰه بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِؓ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم يَقُوْلُ: إِنَّ اللهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهٗ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا۔ (متفق علیہ)

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ لوگوں کے سینے سے نکال لے بلکہ علماء کو ایک ایک کرکے اٹھاتا

رہے گا یہاں تک کہ جب کوئی عالم نہیں رہے گا تو لوگ جہلاء کو اپنا راہنما بنا لیں گے، ان سے مسائل پوچھے جائیں گے تو وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے، وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔''

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ: لَاُحَدِّثَنَّکُمْ حَدِیْثًا سَمِعْتُہٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لَا یُحَدِّثُکُمْ بِہٖ اَحَدٌ غَیْرِی سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یَقُوْلُ: اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَۃِ اَنْ یُرْفَعَ الْعِلْمُ وَیَکْثُرَ الْجَھْلُ وَیَکْثُرَ الزِّنَا وَیَکْثُرَ شُرْبُ الْخَمْرِ وَیَقِلَّ الرِّجَالُ وَیَکْثُرَ النِّسَاءُ۔ (بخاری و مسلم)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں تم سے ایک ایسی حدیث ضرور بیان کروں گا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی اور میرے سوا اس حدیث کو تم سے کوئی بیان بھی نہیں کر سکتا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ علم اُٹھا لیا جائے گا، جہالت پھیل جائے گی، زنا اور شراب پینے کی کثرت ہو جائے گی، مرد کم ہو جائیں گے، عورتیں بڑھ جائیں گی۔''

آیت مبارکہ کی مراد

معزز سامعین کرام! میں نے آپ کے سامنے قرآن کریم کی آیت مبارکہ پیش کی جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ (الانعام:۱۵۸)

''وہ فقط اس انتظار میں ہے کہ انکے پاس (عذاب کے) فرشتے آ پہنچیں یا آپکا رب (خود) آجائے یا آپکے رب کی کچھ (مخصوص) نشانیاں (عیاناً) آجائیں۔''

اس اندازِ بلیغ میں اللہ تعالیٰ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ یہ لوگ کیا ایمان لانے میں اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ موت کے فرشتے ان کے پاس پہنچ جائیں، یا میدان حشر کا انتظار کر رہے ہیں کہ جس میں جزاء وسزا کے فیصلہ کیلئے اللہ تعالیٰ تشریف لائیں گے یا اس کا انتظار کر رہے ہیں کہ قیامت کی بعض نشانیاں دیکھ لیں، يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ، یعنی اللہ تعالیٰ کی بعض نشانیاں سامنے آجانے

کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہوجائیگا، جو شخص اس سے پہلے ایمان نہیں لایا اب ایمان لائیگا تو قبول نہیں ہوگا اور جو شخص ایمان تو لا چکا تھا مگر عمل نیک نہیں کئے تھے وہ اب توبہ کرکے آئندہ نیک عمل کا ارادہ کریگا تو اس کی بھی توبہ قبول نہ ہوگی۔ اسی آیت کی تفسیر میں رسول کریمؐ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ جس وقت قیامت کی آخری نشانیوں میں یہ نشانی ظاہر ہوگی کہ آفتاب مشرق کے بجائے مغرب کی جانب سے طلوع ہوگا، اور اس کو دیکھتے ہی سارے جہان کے کافر ایمان کا کلمہ پڑھنے لگیں گے اور سارے نافرمان فرمان بردار بن جائیں گے لیکن اس وقت کا ایمان اور توبہ قابل قبول نہ ہوگا۔ (بغوی)

صحیح بخاری میں اسی آیت کی تفسیر میں بروایت ابوہریرہؓ یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک یہ واقعہ پیش نہ آجائے کہ آفتاب مغرب کی طرف سے طلوع ہو، جب لوگ یہ نشانی دیکھیں گے تو سب ایمان لے آئیں گے، یہی وہ وقت ہوگا جس کیلئے قرآن میں یہ ارشاد ہے کہ اس وقت کسی نفس کو ایمان لانا نفع نہیں دیگا''۔

اس کی تفصیل صحیح مسلم میں حذیفہ ابن اسیدؓ کی روایت میں اس طرح نقل کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ علامات قیامت کا تذکرہ آپس میں کر رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو، (۱) آفتاب کا مغرب سے نکلنا (۲) ایک خاص قسم کا دھواں ،(۳) دابۃ الارض (۴) یاجوج و ماجوج کا نکلنا، (۵) عیسیٰؑ کا نازل ہونا (۶) دجال کا نکلنا (۷) تین جگہوں پر زمین کا دھنس جانا (۸) ایک مشرق میں (۹) ایک مغرب میں، ایک جزیرۃ العرب میں (۱۰) ایک آگ جو عدن کے قعر سے نکلے گی اور لوگوں کو آگے آگے ہنکا کرلے چلے گی اور مسند احمد میں ابن عمرؓ کی روایت منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان آیات میں سب سے پہلے مغرب کی طرف سے طلوع آفتاب اور دابۃ الارض نکلنا واقع ہوگا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس واقعہ یعنی عرب سے آفتاب طلوع ہونے کے بعد ایک سو بیس سال تک دنیا قائم رہے گی۔

قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اللہ کی ساری حجتیں پوری ہو جانے کے بعد بھی اگر تمہیں موت یا قیامت کا انتظار ہے تو یہ انتظار کرتے رہو، ہم بھی اسی کا انتظار کریں گے کہ تمہارے ساتھ تمہارے رب کا کیا معاملہ ہوتا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی

معزز سامعین کرام! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی پیشگوئی کی اور فرمایا کہ

بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ حضرت انس بن مالک رضی عنہ کی روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ، قَالَ: وَضَمَّ السَّبَابَةَ وَالْوُسْطٰى (بخاری) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو جوڑ کر فرمایا: میری بعثت اور قیامت اس طرح باہم جڑے ہوئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کو کتنا عرصہ ہوا اس کو مدنظر رکھتے ہوئے اس نتیجے پر پہنچا جا سکتا ہے کہ قیامت کتنی قریب آ چکی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد سب سے بڑا سانحہ جو رونما ہونا ہے وہ قیامت ہی ہے۔ جس کا خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا تذکرہ فرمایا ہے .

قیامت کی خوفناک نشانی

معزز سامعین کرام! ایک بڑی ہی خوفناک نشانی جس کا میں سوچ کر افسردہ ہوتا ہوں، وہ انتزاع العلم ہے جو تقریباً سامنے آ چکی ہے، حدیث شریف ہے کہ

عَنْ عَبْدِ اللّٰه بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضى اللّٰه عنهما قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: إِنَّ اللهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهٗ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوْسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا (بخاری)

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ لوگوں کے سینے سے نکال لے بلکہ علماء کو ایک ایک کرکے اٹھاتا رہے گا یہاں تک کہ جب کوئی عالم نہیں رہے گا تو لوگ جہلاء کو اپنا رہنما بنا لیں گے، ان سے مسائل پوچھے جائیں گے تو وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے، وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔''

اس پر غور کرتے ہوئے ہمیں سوچنا چاہیے کہ آئے روز علماء دین کی رحلت اس بات کی دلیل نہیں کہ قیامت قریب آ چکی ہے اور ہمیں قیامت کی تیاری کرنی چاہیے، اس سال میں کتنے نامور علماء، حفاظ اور محققین ہم کو داغ مفارقت دے کر چلے گئے۔ میں جب بھی کسی عالم کی وفات کا سنتا ہوں تو بہت افسردہ ہوتا ہوں اور یہی حدیث سامنے آتی ہے کہ وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰى

إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اسی طرح حضرت انسؓ کی ایک روایت ہے:

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں تم سے ایک ایسی حدیث ضرور بیان کروں گا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی اور میرے سوا اس حدیث کو تم سے کوئی بیان بھی نہیں کرسکتا، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ علم اُٹھا لیا جائیگا، جہالت پھیل جائیگی، زنا اور شراب پینے کی کثرت ہو جائیگی، مرد کم ہو جائیں گے، عورتیں بڑھ جائیں گی (بخاری ومسلم)

اسی طرح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ (بن مسعود) اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ دونوں سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت سے کچھ عرصہ پہلے کا زمانہ ایسا ہوگا کہ اُس میں (چہارسو) جہالت اُترے گی، علم اُٹھا لیا جائے گا اور ہرج زیادہ ہوگا اور ہرج قتل (وغارت) کو کہتے ہیں۔

قاتل ومقتول دونوں لاعلم ہوں گے

معزز سامعین کرام! یہ حدیث تو بہت مشہور ہے اور آپ نے سنی ہوگی کہ آخری زمانے میں قتل کرنے والا یہ نہیں جانتا ہوگا کہ میں کیوں قتل کر رہا ہوں اور مقتول یہ نہیں جانتا ہوگا کہ مجھے کیوں قتل کیا جا رہا ہے؟ لیکن یہ دونوں جہنم میں جائیں گے جس پر ابوھریرہؓ نے استفسار بھی فرمایا: یہ قیامت کی بڑی نشانی ہے جس کو حضور ابوھریرہؓ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نقل کیا:

''حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک کہ لوگوں پر ایسا دن نہ آجائے، جس میں نہ قاتل کو یہ علم ہوگا کہ اس نے کیوں قتل کیا اور نہ مقتول کو یہ خبر ہوگی کہ وہ کیوں قتل کیا گیا۔ عرض کیا گیا: (یارسول اللہ!) یہ کیسے ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بکثرت کشت وخون ہوگا، قاتل اور مقتول دونوں (اپنی بدنیتی اور ارادے کی وجہ سے) دوزخ میں ہوں گے۔''

قیامت اشرار پر قائم ہوگی

معزز سامعین کرام: دنیا تضادات کا مجموعہ ہے اور دنیا کا خیر وشر دونوں کا وجود ضروری ہے۔ کسی ایک کہ بالکلیہ خاتمہ کی صورت میں نظام عالم درہم برہم ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ جناب حضور نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت اشرار لوگوں پر قائم کی جائے گی۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِؓ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم اَنَّهٗ قَالَ: مِنْ اِقْتِرَابِ السَّاعَةِ أَنْ تُرْفَعَ الْأَشْرَارُ وَتُوْضَعَ الاَخْيَارُ وَيُفْتَحَ الْقَوْلُ وَيُخْزَنَ الْعَمَلُ وَيُقْرَأَ بِالْقَوْمِ، اَلْمَثْنَاةُ لَيْسَ فِيْهِمْ أَحَدٌ يُنْكِرُهَا قِيْلَ: وَمَا الْمَثْنَاةُ؟ قَالَ: مَا اكْتُتِبَتْ سِوٰى كِتَابِ اللّٰهِ (رواه الحاكم)

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قربِ قیامت (کی نشانیوں) میں سے یہ بھی ہے کہ (سوسائٹی میں) اشرار (یعنی برے لوگوں) کا رتبہ بلند اور اَخیار (نیکوکاروں) کا رتبہ گرا دیا جائے گا اور قیل وقال (یعنی بحث ومناظرہ) عام ہو جائے گا اور عمل پر تالے پڑ جائیں گے۔ لوگوں میں مثناۃ پڑھی جائے گی اور ان میں سے کوئی ایک بھی اس کا انکار (یعنی اس کے خلاف آواز بلند) نہیں کرے گا۔ عرض کیا گیا: مَثْنَاۃ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی کتاب (اور اُس کی تعلیمات) کے خلاف جو کچھ لکھا گیا ہوگا وہ مثناۃ ہے (اور اس کے خلاف کوئی آواز بلند نہیں کی جائے گی گویا قرآنی تعلیمات کی کھلی مخالفت پر کوئی پابندی نہیں ہوگی۔ (رواہ الحاکم)

امام بیہقی نے حضرت ابوھریرہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ دیندار آدمی کا دین سلامت نہیں رہے گا سوائے اُس شخص کے جو اپنا دین بچانے کے لیے کسی پہاڑی کی چوٹی سے دوسری چوٹی پر یا ایک سرنگ سے دوسری سرنگ میں اپنا دین اپنے ساتھ لے کر نہ بھاگتا پھرے۔ جب ایسا زمانہ آ جائے تو اس وقت معیشت صرف اُنہی ذرائع سے حاصل ہوگی جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا۔ جب ایسا زمانہ آ جائے تو اُس وقت آدمی کی ہلاکت کی وجہ اُس کی بیوی یا اُس کی اولاد ہوگی اور اگر کسی کی بیوی اور اولاد نہ ہوئی تو اس کے والدین اس کی ہلاکت کا باعث ہوں گے۔ اگر اس کے والدین نہ ہوئے تو اس کی ہلاکت اس کے قریبی رشتہ داروں یا ہمسایوں کے ہاتھوں ہوگی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایسا کیوں کر ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اُسے تنگی معاش (پیسے کی کمی) کا طعنہ دیں گے جس کی وجہ سے وہ (دولت سمیٹنے کے لیے) اپنے

آپ کو ایسے اُمور میں ملوث کرلے گا جو اس کی ہلاکت کا باعث ہوں گے۔

عبداللہ بن مسعودؓ کی تفصیلی روایت

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک طویل روایت میں بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا کوئی علم ایسا بھی ہے جس سے قربِ قیامت کے بارے میں جانا جا سکے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابنِ مسعود! بے شک قیامت کے کچھ آثار و علامات ہیں وہ یہ کہ اولاد (نافرمانی کے سبب والدین کے لیے) غم وغصہ کا باعث ہوگی، بارش کے باوجود گرمی ہوگی اور بدکاروں کا طوفان برپا ہوگا۔اے ابن مسعود! بے شک قیامت کے آثار و علامات میں سے یہ بھی ہے کہ جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا سمجھا جائے گا۔اے ابن مسعود! بے شک قیامت کے آثار و علامات میں سے یہ بھی ہے کہ خیانت کرنے والے کو امین اور امین کو خیانت کرنے والا بتلایا جائے گا۔اے ابن مسعود! بے شک قیامت کے آثار و علامات میں سے یہ بھی ہے کہ بیگانوں سے تعلق جوڑا جائے گا اور خونی رشتوں سے توڑا جائے گا۔اے ابن مسعود! بے شک قیامت کے آثار وعلامات میں سے یہ بھی ہے کہ ہر قبیلے کی قیادت اس کے منافقوں کے ہاتھوں میں ہوگی اور ہر بازار کی قیادت اس کے بدمعاشوں کے ہاتھ میں ہوگی۔اے ابن مسعود! بے شک قیامت کے آثار و علامات میں سے یہ بھی ہے کہ مساجد سجائی جائیں گی اور دل ویران ہوں گے۔اے ابن مسعود! بے شک قیامت کے آثار و علامات میں سے یہ بھی ہے کہ مومن (نیک اور دیانت دار آدمی) اپنے قبیلہ میں بھیڑ بکری سے زیادہ حقیر سمجھا جائے گا۔اے ابن مسعود! بے شک قیامت کے آثار و علامات میں سے یہ بھی ہے کہ مرد، مردوں سے اور عورتیں، عورتوں سے جنسی تعلق استوار کریں گی۔اے ابن مسعود! بے شک قیامت کے آثار و علامات میں سے یہ بھی ہے کہ مسجدیں بہت زیادہ ہوں گی اور اُن کے منبر عالی شان ہوں گے۔اے ابن مسعود! بے شک قیامت کے آثار و علامات میں سے یہ بھی ہے کہ دنیا کے ویرانوں کو آباد اور آبادیوں کو ویران کیا جائے گا۔اے ابن مسعود! بے شک قیامت کے آثار و علامات میں سے یہ بھی ہے کہ گانے بجانے کا سامان عام ہوگا اور شراب نوشی کا دور دورہ ہوگا۔اے ابن مسعود! بے شک قیامت کے آثار و علامات میں سے یہ ہے کہ مختلف اَقسام کی شرابیں پی جائیں گی۔اے ابن مسعود! بے شک قیامت کے آثار و علامات میں سے یہ بھی ہے کہ (معاشرے میں) پولیس والوں، چغلی کرنے والوں اور طعنہ بازوں کی بہتات ہوگی۔

معزز سامعین کرام! میں نے خطبہ میں سورۃ الزلزال کے آیات بھی تلاوت کئے جس میں اللہ

تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ٥وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ٥وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَا٥ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا (الزلزال ۱-۵)

''جب زمین اپنی پوری شدّت کے ساتھ ہلا ڈالی جائے گی اور زمین اپنے اندر کے سارے بوجھ نکال کر باہر ڈال دے گی، اور انسان کہے گا کہ یہ اِس کو کیا ہو رہا ہے، اُس روز وہ اپنے اُوپر گزرے ہوئے حالات بیان کرے گی''۔

قیامت کے دن زمین سخت زلزلہ سے ہلنے لگے گی اور اپنے بوجھ باہر نکال پھینکے گی جو بھی چیز یں زمین کے اندر ہیں ان سب کو زمین باہر اُگل دے گی۔ زمین کے بوجھ سے مراد وہ مردے ہوں یا خزانے یا دوسری قیمتی چیزیں جیسے سونا، چاندی، ہیرے، جواہرات وغیرہ جو زمین کے اندر پوشیدہ ہیں۔ اُس دن خزانے زمین کی سطح کے اوپر یونہی پڑے رہیں گے، کوئی ان کو لینے والا بھی نہیں ہوگا۔ اس طریقے سے اللہ تعالیٰ لوگوں کے سامنے یہ آشکارا کردیں گے کہ دیکھو! جن چیزوں کے پیچھے تم بھاگتے تھے، ان کی آج کوئی وقعت وحیثیت نہیں ہے، امام مسلمؒ نے ایک حدیث روایت کی ہے کہ اس دن قاتل آئے گا اور کہے گا کیا یہ وہی چیز ہے، جس کی وجہ سے میں نے ایک شخص کو قتل کیا تھا۔ ایک دوسرا شخص جس نے مال کی وجہ سے قطع تعلق کیا ہوگا وہ آئے گا اور کہے گا کیا یہ وہی مال ہے، جس کی وجہ سے میں نے اپنے رشتہ داروں سے تعلق توڑ لیا تھا۔ اسی طرح قیامت کے دن زمین اپنے تمام خبریں اور واقعات ظاہر کرے گی، جو روئے زمین پر پیش آچکے ہوں گے۔ جب لوگ یہ دیکھے گے کہ زمین ہر چیز ظاہر کر رہی ہے، یہاں تک کہ انسانوں کے اچھے اور بُرے اعمال کے بارے میں بھی زمین بتا رہی ہے، تو لوگ تعجب سے سوال کریں گے: مالہا (اس زمین کو کیا ہوگیا ہے؟) اس دن زمین اپنی خبریں بیان کرنے لگے گی۔

معزز سامعین کرام! اس پر غور کیجئے اور ایک منٹ کیلئے گریبان میں جھانک کر سوچ لیں کہ آج جو ہمارے اعمال ہیں، کل کو اگر زمین نے ان سب کی خبر دی تو ہمیں شرمندگی ہوگی یا خوشی؟ ظاہری بات ہے کہ اگر نیک اعمال ہوں گے تو زمین کی گواہی ہم پر گراں نہیں گزرے گی بلکہ ہم خوش ہوں گے جبکہ بداعمالیوں کی گواہی سے ہمیں یقیناً شرمندگی ہوگی جس سے بچنا عقل کا تقاضا ہے۔ اس لئے آج ہی توبہ کرکے آخرت کی تیاری کرنی چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں آخرت کی ذلت ورسوائی سے محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین یارب العالمین)

حضرت مولانا محمد عیسیٰ منصوری
چیئر مین ورلڈ اسلامک فورم لندن

حضرت شیخ الہند اور عصر حاضر کے چیلنجز

برصغیر میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے بعد حضرت شیخ الہند محمود حسن دیوبندی کی خدمات سب سے نمایاں ہیں، حضرت شاہ ولی اللہؒ نے مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد ملتِ اسلامیہ کو رام راج یا برہمن سامراج کا لقمہ تر بننے سے بچایا اور حضرت شیخ الہند نے برصغیر میں برٹش امپائر کے استحکام اور اسلام کے خلاف انگریز ہندو ملی بھگت کے بعد ملتِ اسلامیہ کی بقا و رہنمائی کا پروگرام دیا برصغیر کی تاریخ میں آپ کا کردار سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے، آپ نہ صرف مدرسہ دیوبند کے پہلے طالب علم تھے بلکہ بانی مدرسہ دیوبند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے حقیقی علمی، فکری و عملی جانشین بھی تھے۔ ۱۸۵۷ کی شکست کے بعد برٹش امپائر اور برہمن سامراج نے ملی بھگت کر کے ملت اسلامیہ کو غلام اور شودر بنانے کی منصوبہ بندی کر لی تھی، ملتِ اسلامیہ ہند کسی محاذ پر دشمن کا سامنا کرنے کی سکت نہیں رکھتی تھی اور حوصلہ ہار چکی تھی کیونکہ ۱۸۵۷ میں علما، مشائخ اور دینی جذبہ رکھنے والے مسلمان ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں قتل و پھانسی پر چڑھ گئے یا کالا پانی کی سلاخوں کے پیچھے ڈھکیل دیئے گئے، ایسے نازک حالات میں ملتِ اسلامیہ کے لیے اپنا سب کچھ نچھاور کر دینے والا یہ جاں فروش طبقہ (علمائے حق) ملت کے زخموں کو مندمل ہونے اور ایک نئی نسل کی تیاری کے لیے نئی حکمت عملی پر عمل شروع کر دیا، وہ حکمتِ عملی یہ تھی کہ کچھ عرصہ کے لیے دشمن کے سامنے سے ہٹ کر اسے غافل کر دیا جائے اور تعلیم و تربیت اور جہاد سے لیس ایک اور نسل تیار کی جائے، اس مشن کی خاطر دیوبند میں مدرسہ اور گنگوہ میں خانقاہ کے نام سے کام شروع ہوا، بقول حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ ''میں نے (دشمن کو دھوکہ میں رکھنے کے لیے) اپنے مشن پر علم کی چادر ڈال دی ہے'' اور بقول حضرت شیخ الہندؒ: ''حضرت الاستاذ نے یہ مدرسہ کیا محض درس و تدریس کے لیے قائم کیا تھا؟ بلکہ شاملی کی شکست کے بعد تلافی کے لیے یہ پرحکمت اقدام تھا۔''

آج بھی ہم حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کی پالیسی و حکمت عملی کے دور میں ہیں،

برصغیر میں دین کے تمام تر شعبوں کا سلسلہ حضرت شیخ الہندؒ کی ذات پر منتہی ہوتا ہے، حضرت تھانویؒ ہوں یا علامہ انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مدنیؒ ہوں یا مولانا محمد الیاس صاحبؒ یا مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، بیسویں صدی کے تقریباً سب ہی اکابر حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد اور تربیت یافتہ تھے، ان اکابر نے ملتِ اسلامیہ کے تحفظ وبقا احیا وسربلندی کے لیے الگ الگ محاذ سنبھالا، حضرت مدنیؒ کا اصل محاذ یہ تھا کہ برصغیر اور عالم عرب سے انگریز کو نکالا جائے۔

حضرت تھانویؒ کا اصل کام تصوف کے متعلق، حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کے ادھورے کام کی تکمیل تھی یعنی تصوف کو بدعات ومحدثات عجمی وبیرونی اثرات سے پاک وصاف کر کے قرآن وسنت کے عین مطابق بنا دیا جائے۔ حضرت مولانا الیاس کا اصل کام ملت اسلامیہ کو کلمہ نماز اور دین کی مبادیات تک سے دور ہوگئی تھی ان کے ایمان کو تازہ اور قوی کر کے انھیں پورے دین پر مستقیم کر دیا جائے۔ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے ایسے دور میں عالمِ اسلام سے حدیث اور علومِ حدیث ختم ہو رہے تھے، ملت اسلامیہ میں حدیث کے علوم کا احیا کیا وغیرہ وغیرہ۔

یہ سب ہی اکابر حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد تھے، بانیِ مدرسہ دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو ملت اسلامیہ ہند کی بقا وسربلندی کیلئے خاکہ تیار کرنے کے بعد زیادہ وقت نہیں ملا، آپ چالیس سال کی عمر ہی میں جوارِ رحمت میں پہنچ گئے، آپ کے مشن کی تکمیل حضرت شیخ الہندؒ نے کی۔ آج دیوبندیت کیلئے اگر کوئی ہستی کامل آئیڈیل ونمونہ ہے تو وہ حضرت شیخ الہندؒ کی ذات گرامی ہے، دیوبندیت نام ہے چار اوصاف کا: (۱) علم کامل (۲) عمل کامل (۳) تقوی کامل (۴) حمیت وغیرت کامل۔

آج ہم علمی عملی فکری ہر اعتبار سے حضرت شیخ الہندؒ کے دور میں ہیں۔ آج برصغیر کے تمام شعبوں میں کام کرنے والے علماء آپ کے شاگردوں کے تیار کردہ ہیں۔

یاد رہے حضرت شیخ الہندؒ کی جدوجہد صرف مسلمانان برصغیر کے لیے نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کے لیے تھی، آپ خوب سمجھتے تھے کہ برصغیر سے انگریز کے قدم اکھڑتے ہی وہ عرب اور دیگر مسلم ممالک پر قبضہ برقرار نہیں رکھ سکے گا؛ چنانچہ آپ نے اپنے راز دار وشاگرد رشید حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کو جس مشن پر روانہ کیا تھا وہ عالمی مشن تھا، جس میں جرمنی (یورپ) سے اسلحہ خلافت عثمانیہ سے عسکری مدد، افغانستان سے راہ داری وفوجی اور قبائلی علاقوں سے جاں باز سپاہی لے کر پورے برصغیر کو انگریزوں سے آزاد کروانا تھا، حکومت کو اپنے خفیہ اداروں سے تھوڑی سی بھنک مل گئی، اسی لمحہ ڈاکٹر انصاری صاحب نے خفیہ میسج بھیجا، آپ گرفتاری سے قبل فوراً حجاز نکل جائیں، حجاز میں

آپ خلافتِ عثمانیہ کے ترکی گورنر (مدینہ) غالب پاشا اوران کے واسطہ سے خلافتِ عثمانیہ کے وزیر جنگ انور جمال پاشا سے ملاقات کرکے اپنے مشن کو آگے بڑھارہے تھے، دوسری طرف برطانوی شعبہ انٹیلی جنس نے لارنس آف عربیہ کے ذریعہ عربوں کوترکوں سے آزادی کا جھانسہ دے کر حجاز میں ترکی کے مقرر کردہ حکمران شریف مکہ کو غداری پر آمادہ کرلیا۔ خلافت عثمانیہ کے ان غداروں نے حضرت شیخ الہندؒ اورآپ کے رفقا کو قید کرکے برطانیہ کے حوالے کردیا، اس طرح آپ تقریباً ساڑھے تین سال مالٹا میں قید رہے، آپ نے قید میں جو صعوبتیں اٹھائیں، بڑھاپے میں آپ کا جسم زارونزار ہوگیا اورمتعدد موذی امراض لگ گئے؛ چنانچہ رہا ہوکر ہندوستان واپس ہوئے تو جسم کی ساری توانائی نچڑ چکی تھی، بہ مشکل ساڑھے پانچ ماہ زندہ رہے وہ بھی مسلسل صاحبِ فراش اور وجع المفاصل، پیچش، بواسیر، تپ لرزہ جیسے متعدی موذی امراض کا شکار رہ کر لیکن آپ اپنے مقاصد سے ذرا غافل نہیں ہوئے، آپ کی فکر وکارکردگی دیکھ کرمحسوس ہوتا ہے کہ آپ اپنی فکر، حکمت عملی اور پالیسی کے اعتبار سے اس وقت عالم گیریت (گلوبلائزیشن) کے دور میں تھے جب یورپ محض نیشنلزم (وطنیت) کے دور میں تھا۔

آپ ۸ جون ۱۹۲۰ کو مالٹا سے رہا ہوکر بحری جہاز کے ذریعہ ممبئی پورٹ پہنچے، ممبئی میں دو روز نہایت مصروف گذارے، بندرگاہ سے مولانا شوکت علی اورتحریک خلافت کے ہزاروں پرجوش رضاکار شاندار جلوس کی شکل میں خلافت کمیٹی کے مرکزی دفتر واقع محمد علی روڈ لے گئے، ممبئی میں بھارت کی اہم سیاسی پارٹیوں کے لیڈروں اور مشاہیر سے آپ نے ملاقاتیں کیں جن میں مہاتما گاندھی اورمولانا عبدالباری فرنگی محلی جیسے رہنما شامل تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس وقت پورے برصغیر میں حضرت شیخ الہندؒ کے مقام ومرتبہ کا کوئی رہنما نہیں تھا، نہ صرف طبقہ علما نے بلکہ کانگریس، کمیونسٹ وشوشلسٹ پارٹیوں سمیت سب ہی نے آپ کو اپنا عظیم رہنما تسلیم کیا، دیوبند جاکر بھی آپ تمام سیاسی لیڈروں سے رابطہ میں رہے لیکن مدرسہ دیوبند کوحکومت کے غیض وغضب سے بچانے کیلئے آپ نے اپنے رابطے انتہائی خفیہ رکھے، آپ دیوبند میں مدرسہ سے دور ایک مکان میں سکونت پذیر ہوئے، جسے کوٹھی کہا جاتا تھا، کانگریس کمیونسٹ وشوشلسٹ اور دیگر پارٹیوں کے رہنما حضرت شیخ الہندؒ سے ملاقات ومشورہ کیلئے عموماً گہری رات کے بعد خاموشی سے آتے اورکوٹھی میں ٹھہر جاتے آپ آدھی رات کے بعد ان سے چپکے سے ملاقات فرمالیتے، سرحد کے خدائی خدمتگار (خان عبدالغفار خان) کوحکم تھا کہ دیوبند نہ آئیں بلکہ دیوبند سے پہلے یا بعد کے اسٹیشن پر اتریں، آپ وہیں پہنچ کر ملاقات کرلیں گے۔

اسارتِ مالٹا کے دوران آپ ملتِ اسلامیہ کی سربلندی کے لیے مسلسل غور وخوض فرماتے رہے؛ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں واپسی پر آپ نے اپنی پالیسیوں (حکمت عملی) کو یکسر تبدیل فرمادیا، آپ کی نئی حکمت عملی و پالیسی کے دو بنیادی ستون تھے، ایک عسکریت کے بجائے ڈائیلاگ، آپ نے دیکھا کہ عالمِ کفر دن بدن طاقتور اور عالم اسلام کمزور و بے بس ہوتا جارہا ہے اور اپنوں (مسلمانوں) میں غداری و بے وفائی آ گئی (ریشمی رومال کی تحریک اپنوں کی غداری ہی سے ناکام ہوئی) چنانچہ ایک قابل جرنیل کی طرح آپ نے جنگ کی حکمت عملی تبدیل کی آپ مسلسل دیکھ رہے تھے کہ تقریباً ڈیڑھ سو سال سے مسلمان جہاد کا نعرہ لگا کر برطانیہ عظمیٰ سے ٹکرا کر پاش پاش ہوتے رہے کیونکہ انگریز برادرانِ وطن (ہندو) کو ساتھ ملا کر مسلمانوں کی جہادی تحریکوں کو کچل دیتا تھا، ہندوستان میں ہندو انگریز کا ہاتھ تھام کر ایک مضبوط اور طاقتور قوم بن رہا تھا اور مسلمان ٹکرا ٹکرا کر ختم ہو رہے تھے، اسی لیے آپ کی نئی حکمت عملی یہ تھی کہ ڈائیلاگ کے ذریعہ برادرانِ وطن کو آزادی کی جدوجہد میں ساتھ لیا جائے، آپ جانتے تھے کہ مسلمان تو پیچھے رہ کر بھی اپنے حصہ سے زیادہ قربانیاں دیں گے مگر ہندو قوم مسلمان لیڈرشپ میں قربانی نہیں دے گی، آنے والی قیادت کے لیے ہندو (مہاتما گاندھی) کو آگے کیا کیونکہ جب تک اکثریت ساتھ نہیں دیتی انگریز کو برصغیر چھوڑنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، آپ نے دوسری حکمت عملی یہ اختیار فرمائی کہ لارڈ میکالے کے نظام تعلیم نے مسلمانوں کے مقتدر طبقات اور شرفا کو انگریز کی سوچ وفکر اور طرز زندگی کا وارث بنادیا تھا، آپ نے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی طرف دستِ شفقت بڑھا کر انہیں اپنا ترجمان بنالیا، اس طرح انہیں اپنی سوچ وفکر اور امنگوں کا وارث بنالیا، اس لیے آپ انتہائی ضعف و بیماری کے باوجود علی گڑھ مسلم یونیورسٹی تشریف لے گئے تاکہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو اپنے درد وفکر میں شریک کرکے انہیں انگریز کے خلاف کھڑا کریں۔ آپ کے ضعف ونقاہت کا یہ عالم تھا کہ آپ دیوبند سے پالکی میں لیٹ کر روانہ ہوئے، نقاہت کی وجہ سے خطبہ صدارت نہیں پڑھ سکتے تھے جو مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے پڑھا جس میں آپ نے فرمایا: ''میں نے اس پیرانہ سالی اور علالت ونقاہت کی حالت میں آپ کی اس دعوت پر، اس لیے لبیک کہا کہ اپنی ایک گمشدہ متاع کو یہاں پانے کا امیدوار ہوں''، پھر فرمایا ''اے نونہالانِ وطن! جب میں نے دیکھا کہ میرے اس درد کے غمخوار جس میں میری ہڈیاں پگھلی جارہی ہیں، مدرسوں اور خانقاہوں میں کم اور اسکولوں اور کالجوں میں زیادہ ہیں تو میں نے اور میرے چند احباب نے ایک قدم علی گڑھ کی طرف بڑھایا اور اس طرح ہم نے ہندوستان کے دو تاریخی مقاموں دیوبند اور علی گڑھ کا رشتہ جوڑا۔''

اسی خطبہ صدارت میں آپ نے فرمایا: ''آپ میں جو حضرات محقق اور باخبر ہیں وہ جانتے ہوں گے کہ میرے بزرگوں نے کسی بھی وقت کسی اجنبی زبان سیکھنے یا دوسری قوموں کے علوم وفنون حاصل کرنے پر کفر کا فتوی نہیں دیا! ہاں بیشک یہ کہا کہ انگریزی تعلیم کا آخری اثر یہی ہے جو عموماً دیکھا گیا کہ لوگ نصرانیت (مغربیت) کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں یا ملحدانہ گستاخیوں سے اپنے مذہب یا مذہب والوں کا مذاق اڑاتے یا حکومتِ وقت کی پرستش کرنے لگتے ہیں، ایسی تعلیم پانے سے ایک مسلمان کے لیے جاہل رہنا اچھا ہے۔''

آپ کے بے قرار دل سے نکلی صدا نے جدید طبقہ کے دل کو مسخر کرلیا چنانچہ جب آپ نے ترکِ موالات یعنی برطانوی حکومت سے ہر طرح کا تعاون ختم کرنے کی اپیل کی تو یونیورسٹی کے بہت سے طلبا نے یونیورسٹی سے رشتہ توڑ لیا۔ یہ واقعہ ۲۹/اکتوبر ۱۹۲۰ء کا ہے، اس طرح دہلی میں جامعہ ملیہ اسلامیہ مسلمانوں کی دوسری بڑی یونیورسٹی حضرت شیخ الہند کی بدولت وجود میں آئی۔ غرض حضرت شیخ الہندؒ نے مالٹا سے واپسی پر برصغیر کی ملت اسلامیہ کو دو بنیادی پالیسیاں عطا کیں (۱) ڈائیلاگ (۲) جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو قریب کرکے انھیں اپنا ترجمان بنانا۔

اگر ہم ڈائیلاگ کی راہ پر ہوتے تو آج عالم گیریت کے دور میں اقوامِ عالم سے ڈائیلاگ کے ذریعہ قرآن کے مطابق انسانی مسائل کا حل پیش کررہے ہوتے، اسی طرح جدید تعلیم یافتہ طبقہ عالمی حالات کو جتنا سمجھتا ہے قدیم طبقہ نہیں اور جدید طبقہ کے پاس وہ زبان واسلوب ہے جسے اقوام عالم سمجھتی ہیں، صرف اس کے پاس قرآن وسنت کی صحیح رہنمائی نہیں ہے، اگر یہ دونوں چیزیں جمع ہوجائیں تو ملتِ اسلامیہ کی کشتی موجودہ حالات کے بھنور سے نکل سکتی ہے، کاش! حضرت شیخ الہند کو زندگی نے کچھ اور مہلت دی ہوتی تو آپ کسی حد تک قدیم وجدید کی خلیج پاٹ دیتے، سب سے زیادہ افسوس ناک امر یہ ہے کہ طبقہ علماء نے حضرت شیخ الہند کے بعد آپ کی حکمتِ عملی فراموش کردی نہ ڈائیلاگ جاری رہا، نہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو قریب کرسکے بلکہ دونوں طبقات میں دن بہ دن فاصلہ بڑھتا گیا۔ حضرت شیخ الہندؒ کے بعد آپکے شاگردوں (جو بلاواسطہ یا بالواسطہ تقریبا تمام علمائے دیوبند ہیں) آپ کی جدید پالیسی کے دونوں نکات پر توجہ نہیں دی اگر طبقہ علماء ۱۹۲۰ء کے بعد حضرت شیخ الہند کی پالیسی کے دونوں نکات پر کاربند ہوکر جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو اپنا لیتے تو برصغیر کی تاریخ مختلف ہوتی۔

بندہ گذشتہ دنوں حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری صاحب کے ملفوظات پڑھ رہا تھا، حضرت بار بار نہایت رنج وغم سے فرماتے ''مولوی ہار گیا اور یہ مولوی اس وقت تک ہارتا رہے گا جب تک حضرت شیخ الہندؒ کی پالیسی پر نہیں آتا اور عصری تقاضوں سے آگاہ نہیں ہوتا۔''

مولانا اکبرشاہ بخاری
مدیر مدرسہ اشرفیہ احتشام العلوم جام پور

مکاتیب مولانا عبدالحقؒ بنام مولانا اکبر شاہ بخاری

محترم المقام عزیز مولانا راشد الحق سمیع صاحب

السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ! بندہ کے پاس حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب اور مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے کئی خطوط ہیں کیونکہ ان خطوط سے ان دونوں حضرات سے تعلقات اور روابط ہیں، میں چاہتا ہوں کہ یہ خطوط شائع ہوں ۔ بندہ کے خطوط حضرت مولانا سمیع الحق شہید نے اپنے ''مکتوبات مشاہیر'' میں بھی شامل اشاعت فرمائے تھے، یہ ان کی محبت کی دلیل ہے ان دونوں حضرات پر بندہ کے متعدد مضامین بھی مختلف رسائل میں شائع ہوئے اور بندہ کی کئی کتابوں میں بھی ان خطوں کے تذکرے شائع کرائے ہیں، بہر حال! پہلی قسط میں یہ چند خطوط تلاش کر کے لکھ دیئے ہیں، آپ براہ کرم انہیں ''الحق'' میں شائع فرما کر احسان فرمائیں تاکہ یہ قیمتی خطوط محفوظ ہو جائیں، اصل خطوط میں سے لکھ لئے ہیں امید ہے ضرور مہربانی فرمائیں ۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب دارالعلوم دیوبند کے ممتاز فضلاء اور اساتذہ میں بلند مقام پر فائز تھے، اکابر واسلاف کی یادگار تھے، حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو زندگی بھر دینی خدمات سر انجام دینے کی توفیق عطا فرمائی تھی، درس و تدریس، تبلیغ وارشاد اور خدمت حدیث آپ کا اصل مشن تھا، تقسیم ملک کے بعد آپ نے دارالعلوم حقانیہ کی بنیا درکھی جس کا چار دانگ عالم میں چرچا ہوا اور ہزاروں طالبان علم نے دارالعلوم حقانیہ سے فیض علمی حاصل کیا جن میں مشاہیر، علماء اور فضلاء شامل ہیں، حضرت شیخ الحدیث سے احقر کا تعلق دیرینہ رہا اور خط وخطابت کیے حضرتؒ کی زیارت اور ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا، بالخصوص جامعہ خیر المدارس اور جامعہ اشرفیہ لاہور میں حضرت سے نیازمندی کا شرف اور سعادت حاصل رہی، کئی بار خط وخطابت ہوئی جو بندہ کے لئے بڑی سعادت ہے، ذیل میں چند خطوط تاثرات حضرتؒ کے ماہنامہ ''الحق'' میں شائع کرانے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، حضرتؒ کی شفقت اور مجاہد اکرم ، حضرت مولانا سمیع الحق شہید کی محبت بندہ کے لئے بڑا اعزاز

ہے، ماہنامہ ''الحق'' میں بندہ کے متعدد مضامین ان حضرات کی حیات طیبہ میں شائع ہوئے تھے۔اور انہوں نے حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے دعاؤں سے نوازا تھا، حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے بندہ کے خطوط اپنی کتاب ''مکاتیب مشاہیر'' میں بھی شامل فرما کر احسان عظیم کیا ہے اور حضرتؒ نے بندہ سے اپنی محبت کا حق ادا فرمایا تھا، حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور مولانا سمیع الحق شہیدؒ پر بھی بندہ کے مضامین مختلف جرائد اور رسائل اور کتب میں شائع ہوئے ہیں، الحمد للہ! بندہ کے ان حضرات سے تعلق و محبت ان شاء اللہ ذریعہ نجات ہوگا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب کی محبت و شفقت اور مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی محبت بھرے چند خطوط حاضر ہیں اور ''الحق'' میں شائع کرنے کے لئے ارسال ہیں، یہ قیمتی سرمایہ محفوظ ہو سکے، دوسری قسط میں حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے مکتوبات گرامی بھی ان شاء اللہ اشاعت کے لئے حاضر کئے جائیں گے، اللہ تعالیٰ ہمیں ان مقدس حضرات کی نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

چند مکتوبات گرامی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ

(۱)

محترم المقام زید مجدکم ! السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ ملا، شیخ المحدثین حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی قدس سرہ انور کے سوانح وعلوم و مصارف کے ترتیب وتدوین کا جذبہ نہایت قابل تحسین ہے، حق تعالیٰ غیب سے دستگیری فرمائے اور اسلاف سے محبت و تعلق سے مزید ترقی نصیب ہو، میں ان دنوں عارضۂ قلب کی وجہ سے نہایت ضروری فرائض کے علاوہ مشاغل سے معذور ہوں، اس لئے تفصیلاً کچھ لکھنے کی فرصت ہے نہ سکت، اختصاراً یہ کہ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی قدس سرہ کی خصوصیت یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے انھیں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت جلیلہ سے نوازا تھا پھر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ قدس سرہ العزیز جیسے مرشد وہادی شیخ کامل کی رہنمائی وسرپرستی میں علمی خدمات کے سرانجام دینے کا موقع عطا فرمایا تھا اور اپنے ذہانت تبحر علمی کو بدولت احادیث مبارکہ سے مذہب حنفی وتقویت کا عظیم الشان کارنامہ سرانجام دیا، جس پر حنفی بالخصوص اور تمام دنیا بالعموم فخر کرتی رہے گی، حق تعالیٰ نے انہیں کمالات علمی کے ساتھ ساتھ اسلاف کی طرح زہد وتقویٰ، سادگی اور تواضع سے بھی نوازا تھا، تقسیم کے بعد رونما ہونے والے حالات لادینی لہروں اور فتنوں پر انہیں سخت صدمہ تھا اور انہوں نے حتی المقدور اصلاح واحوال کے لئے سعی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ اور خدمات جلیلہ کو اپنی بارگاہ

میں شرف قبولیت بخشے اور اسے امت کی اصلاح وفلاح کے لئے بارآور بنا دے (امین)

والسلام: عبدالحق (مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک) (03-02-1976)

بحوالہ سیرت مولانا سید ظفر احمد عثمانی مرتب احقر بخاری

(۲)

عزیز مکرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ کی دیگر تصانیف کی طرح اکابر علماء دیوبند کتاب کو دیکھ کر دلی مسرت ہوئی جزاکم اللہ احسن الجزاء، اکابر سے متعلق یہ کتاب ماشاء اللہ نہایت جامع اور دلچسپ ہے آپ نے اسے بڑی محنت و جانفشانی سے مرتب کیا ہے، ہم تہہ دل سے اس کی قدر کرتے ہیں یہ اکابر اور مشائخ کے بارے میں ایک تاریخی دستاویز ہے حق تعالیٰ اس کے اجر میں آپ کو حسن خاتمہ کی دولت نصیب فرمائے (آمین) والسلام: عبدالحق (مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

۱۰ اپریل ۱۹۷۶ (بحوالہ اکابر علماء دیوبند احقر بخاری)

(۳)

محترم المقام جناب مولانا سید اکبر شاہ صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی: آپ کا والا نامہ باعث مسرت بنا، یادفرمائی کا شکریہ، حق تعالیٰ آپ کو جملہ احباب واقارب کو صحت و عافیت کے ساتھ رکھے (آمین)

برخوردار عزیز مولوی سمیع الحق صاحب اس وقت جیل میں ہے، آپ کے مضامین ارسال فرمانے کا شکریہ لیکن ہمیں مضامین نظر نہیں آئے مولانا سمیع الحق کی رہائی کے بعد ہی مضامین کی چھان بین ہو سکے گی، اس وقت تو کام میں تعطیل ہے، بہرحال! آپ کے اس عنایت فرمائی کا تو بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں، امید ہے کہ دارالعلوم اور اس کے جملہ خدام و کارکنان کو دعاؤں میں یاد فرمائیں گے۔ باقی احباب کو سلام عرض کر دیں۔ فقط والسلام: بندہ عبدالحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (۱۷ اپریل ۱۹۷۷ء)

۲۵ر جولائی ۱۹۷۹ء: عزیز القدر محترم جناب مولانا سید اکبر شاہ صاحب

السلام علیکم رحمہ اللہ وبرکاتہ! ماشاء اللہ کئی تصانیف کا بنڈل موصول ہوا ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ آپ مضامین کے ذریعے اور تصانیف کے ذریعے ہمارے اکابر علماء و مشائخ پر بڑا کام کر رہے ہیں اور علماء وطلبا کو اکابر سے متعلق بڑا مواد مہیا فرما رہے ہیں، ''الحق'' میں بھی کئی مضامین شائع ہو چکے

ہیں، برخوردار سمیع الحق آپ کی دل سے قدر کرتے ہیں، حق تعالی آپ کی خدمات کو شرف قبولیت نصیب فرمائے اور تلقین کے لئے آپ کی تصانیف و مقالات کو نافع مفید بنائے (آمین)

والسلام: عبدالحق (مہتمم درالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، پشاور)

حضرت مولانا خیر محمد جالندھری کی رحلت کے بعد حضرت نے تعزیتی تاثرات کیلئے عریضہ لکھا تو جواب میں تحریر فرمایا کہ مولانا خیر محمد جالندھریؒ پاکستان میں اکابر علماء دیوبند کی یادگار تھے وہ حکیم الا مت اشرف علی تھانویؒ کے اجل خلفاء میں سے تھے، عمر بھر دینی علوم کی خدمات میں مصروف رہے علمائے حق کے باہمی اتحاد و اتفاق کیلئے کوشاں رہے، ان کی رحلت موت العالم موت العالم کا حصہ آتی ہے۔حق تعالیٰ اعلی درجات عالی نصیب فرمائے (آمین)

اسی طرح احقر نے اپنی کتاب ''ذکر طیب'' کیلئے تعزیتی کلمات قلمبند کرنے کیلے بعد درخواست کی تو تحریر فرمایا کہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی قدسی اپنے جد امجد حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے علوم و معارف کے ترجمان تھے، اسی طرح علوم قاسمی کے علاوہ حضرت شیخ الہند حضرت حکیم الامت تھانویؒ اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے علوم کے عظیم ترجمان تھے، انہوں نے زندگی بھر دارالعلوم دیوبند کی خدمت کی اور دارالعلوم کی ترقی عروج کا سہرا حضرت حکیم الاسلام کی مساعی جمیلہ کے سر ہے، حضرت حکیم الاسلام دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے تو فرمایا، مجھے دارالعلوم حقانیہ، دارالعلوم دیو بند سے جدا نہیں آتا، ایک موقع پر فرمایا کہ دارالعلوم حقانیہ دارالعلوم دیوبند کی بیٹی ہے،حق تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔

احقر کی کتاب ''تذکرہ مفتی اعظم'' کے لئے آپ نے اپنے تاثرات میں لکھا کہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع اپنے علم وعمل ، زہد تقوی ،طہارت اور خلوص وللّٰہیت میں اپنی مثال آپ تھے، حکم الامت کی زبانی فیض کے ترجمان تھے ، وہ اپنے زمانہ میں تفسیر وحدیث اور فقہ میں امامت کا درجہ حاصل کئے ہوئے تھے۔ دارالعلوم کراچی ان کی عظیم یادگار اور صدقہ جاریہ ہے۔خطیب الامت حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ کے بارے میں بندہ کے نام اپنے مکتوب میں فرمایا کہ مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی وفات سے گہرا صدمہ ہوا ہے، عالم اسلام کے عظیم خطیب تھے ان کی خدمات عالیہ بہت یاد رہیں گی، پوری زندگی اسلام کی خدمت میں مصروف رہے اور پاکستان میں اسلامی نظام کے لئے کوشاں رہے، قیام پاکستان کے لئے بھی ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں، متعدد بار دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے اور اپنے خطابات سے عوام وخواص کو مستفید فرماتے رہے، حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں (آمین)

جناب خورشید احمد ندیم *

مذہبی سفارت کاری کیا ہے؟

ایک وقت تھا جب سفارت کاری حکومت کا کام ہوتا تھا، اس کام کے لئے خصوصی وزارت بنائی جاتی تھی جو ممالک کے درمیان باہمی یا پھر عالمی معاملات پر بات کرنے کی مجاز تھی، جمہوریت نے ریاستی امور میں عوام کے کردار کو اہم قرار دیا تو ان امور میں بھی عوامی شمولیت کا دائرہ وسیع ہوتا گیا، عوام کو اب براہِ راست بھی سفارت کاری کا حصہ بنا دیا گیا ہے، اس کو ''پبلک ڈپلومیسی'' کہا گیا، مختلف طبقہ ہائے حیات کے نمائندہ افراد دوسرے ممالک کے انہی طبقات کے نمائندوں سے ملنے لگے، ادیب ادیب سے، فنکار فنکار سے، سفارت کاری اصلا دو ممالک کے عوام کا ایک دوسرے کے قریب جانے کا نام ہے۔ عوام اس کام میں اب براہِ راست شریک ہو گئے۔

مذہبی سفارت کاری عوامی سفارت کاری کی توسیع ہے، اس کا تعلق ان سماجی طبقات سے ہے جو مذہب کے دائرہ میں متحرک ہوتے ہیں، یہ علماء ہو سکتے ہیں اور غیر حکومتی اداروں کے نمائندے بھی، مذہب چونکہ قوموں کے اجتماعی امور میں مستقل کردار ادا کر رہا ہے جسے کم نہیں کیا جا سکا اس لیے 'مذہبی سفارت کاری کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔ اس کے پیچھے یہ سوچ کارفرما ہے کہ مذہب کے نام پر اقوام کے مابین بڑھتے فاصلوں کو کم کیا جائے اور مذہب افتراق کے بجائے اشتراک کی قوت کے طور پر سامنے آئے، پبلک ڈپلومیسی مذہبی سفارت کاری جس کا حصہ ہے حکومتی سفارت کاری ہی کی توسیع ہے، یہ عمل وزارتِ خارجہ سے ماورا نہیں اس کے دائرے ہی میں ہوتا ہے، یہ اس لیے ضروری ہے کہ حکومت اور عوام کی سطح پر وحدتِ فکر ہی دوسری اقوام کے سامنے آئے۔

برادرم محمد اسرار مدنی نے اس میدان میں قدم رکھا تو نئے افق دریافت کیے، وہ ایک دفعہ علماء اور عوامی سطح پر متحرک مذہبی رہنماؤں کو چین لے گئے تاکہ وہ یہ جان سکیں کہ وہاں مسلمانوں کی ثقافت کیسی ہے؟ اور ایک غیر مذہبی ریاست کے شہری ہوتے ہوئے وہ اپنے مذہب پر کیسے عمل کر رہے ہیں؟

---

* چیئرمین رحمۃ للعالمین اتھارٹی ومعروف کالم نگار

میں نے اس وفد کے شرکا کے تاثرات جانے تو مجھے اندازہ ہوا کہ مذہبی سفارتکاری کی اہمیت کیا ہے؟

گزشتہ دنوں اسرار مدنی صاحب ایک وفد انڈونیشیا بھی لے گئے۔ اس میں سیاسی جماعتوں سول سوسائٹی اور علماء کی بھرپور نمائندگی تھی، پنج پیر سے مولانا محمد طیب طاہری، جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک سے مولانا راشد الحق اور جامعہ بنوریہ عالمیہ کے مہتمم مفتی نعمان نعیم بھی وفد میں شامل تھے، مولانا محمد طیب مولانا طاہر پنج پیری کے صاحبزادے ہیں، مولانا طاہر کا وسیع حلقہ اثر ہے جس کا دائرہ پاکستان کے ساتھ افغانستان کو محیط ہے، ہزاروں مدارس ان سے وابستہ ہیں، دین کی تدریس کے باب میں وہ اپنے استاد مولانا حسین علی کے منہج کو اپنائے ہوئے تھے۔ مولانا حسین علی کے ہاں قرآن مجید کو مرکزیت حاصل رہی اور انہوں نے عقیدہ وعمل میں ہمیشہ قرآن ہی کو میزان تسلیم کیا۔

مولانا راشد الحق سمیع مولانا سمیع الحق کے صاحبزادے ہیں، یہ گھرانہ بھی کسی تعارف کا محتاج نہیں، مفتی نعمان نعیم مفتی نعیم مرحوم کے صاحبزادے ہیں، مذہبی سفارت کاری کی اہمیت اس سے واضح ہے کہ ان کے مدرسے میں انڈونیشیا کے تین سو طالب علم اِس وقت زیرِ تعلیم ہیں، یہ طالب علم فراغت کے بعد انڈونیشیا میں پاکستان کے غیر رسمی سفیر ہوں گے، مستقبل میں یہ اپنی حکومت میں کسی اہم منصب پر فائز ہو سکتے ہیں اور اس طرح دو ملکوں کے باہمی تعلقات پر اثر انداز ہوں گے، افغانستان میں انہی طالب علموں کی وجہ سے مولانا سمیع الحق کا وسیع حلقہ اثر تھا، جب ان کے شاگرد افغانستان کے حکمران بنے تو خیال ہوا کہ ان کی وجہ سے باہمی تعلقات اچھے ہو جائیں گے، آج اگر وہ زندہ ہوتے تو ممکن تھا کہ وہاں کی حکومت کے ساتھ مسائل کو خوش اسلوبی سے حل کیا جا سکتا۔

مذہبی سفارت کاری کا ایک پہلو یہ ہے کہ ایک دوسرے کے تجربات کو جاننے کا موقع ملتا ہے، سیکھنا اس کے بعد کا مرحلہ ہے، انڈونیشیا اس کی ایک مثال ہے، انڈونیشیا کے بارے میں برسوں سے لکھ رہا ہوں، وہاں کی آبادی کا ۸۷ فیصد مسلمانوں پر مشتمل ہے، آبادی کے اعتبار سے یہ دنیا کا سب سے بڑا مسلمان ملک ہے، وہاں دنیا کی سب سے بڑی مسلمان تحریکیں ہیں، ہم نے ان سے کچھ سیکھنے کی کوشش نہیں کی، انہوں نے وہ بنیادی مسائل بہت اچھی طرح حل کر لیے ہیں ہم برسوں سے جن میں الجھے ہوئے ہیں، نہ سیکھنے کی ایک بڑی وجہ ہماری لاعلمی ہے۔

پاکستان کی مذہبی جماعتوں اور طبقات نے عرب کے علما اور تحریکوں سے رابطہ رکھا یا امریکہ اور یورپ کے سکالرز سے، یہاں کسی کو خبر ہی نہیں کہ انڈونیشا میں مسلمان علماء کا کردار کیا ہے، ریاست و سیاست کے باب میں ان کا نقطہ نظر کیا ہے؟ ہم حج عمرے پر جاتے ہیں تو ہمیں سب سے منظم گروہ

انڈونیشیا کے دکھائی دیتے ہیں، یہ نظم ان میں کیسے آیا؟ یہ دراصل وہاں کی بڑی مذہبی جماعتوں نہضۃ العلماء اور محمد یہ کی محنت ہے، ان کا الازہر وغیرہ سے گہرا رابطہ ہے لیکن ہم اس سے بے خبر ہیں۔

گزشتہ بیس سال سے میرا احساس یہ ہے کہ ہمارے لئے اگر سیکھنے کو کچھ ہے تو وہ آج کے مشرقِ وسطی ومغرب میں کم اور انڈونیشیا میں زیادہ ہے، عرب دنیا میں مذہب سمیت ہر شے ریاست کے کنٹرول میں رہی ہے، وہاں نئے افکار کا پیدا ہونا مشکل ہے، مصر میں جو کچھ ہے اس کا بہتر علمی بیان خود ہمارے ہاں موجود ہے، مصر تو اس معاملے میں ہمارا مقلد ہے۔ مراکش میں قدرے بہتر حالات ہیں مگر وہاں بھی ریاست کا کنٹرول موجود ہے۔

انڈونیشیا میں جمہوریت ہے، اسی وجہ سے وہاں مسلم فکر کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا، انڈونیشیا کے اہلِ علم نے اس سے فائدہ اٹھایا اور مقامی حالات کی رعایت سے اسلام کی ایسی تعبیر پیش کی جس کی وجہ سے مسلم سماج اپنے دین سے دور نہیں ہوا، ساتھ ہی اس نے اس صلاحیت کا عملی ثبوت پیش کیا کہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے لیے بھی اسلام ایک رحمت ہے، وہاں کی بڑی مذہبی جماعتیں سول سوسائٹی کے ساتھ مل کر ''اسلام بطور رحمۃ للعالمین'' کے ایک بڑے پراجیکٹ پر کام کر رہی ہیں، پاکستان کے علماء اور مذہبی طبقات کا ان تجربات سے واقف ہونا از بس ضروری ہے۔

محمد اسرار مدنی صاحب نے بروقت اس کمی کو محسوس کیا اور پھر اسے پورا کرنے کی کوشش کی۔ وہ خود دینی مدرسے کے فارغ التحصیل ہیں۔ پاکستان کے مسلم سماج کو درپیش مسائل کا بہتر ادراک رکھتے ہیں، آج ہمیں ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو دین کو سمجھتے ہوں اور اس کے ساتھ جدید مسائل کو بھی، مدنی صاحب کا ادارہ پاکستان کو ایک بہتر سماج بنانے کی شعوری کوشش کر رہا ہے، مذہبی سفارت کاری اسی کوشش کا ایک جزو ہے، اگر ایسا ممکن ہو کہ ہمارے یہ علماء انڈونیشیا کا سفرنامہ لکھیں یا اپنے اپنے ادارے میں اساتذہ اور طالب علموں کو اپنے مشاہدات اور تجربات سے آگاہ کریں تو ان کا یہ سفر نتائج کے اعتبار سے زیادہ مفید ہو جائے گا، اسی طرح چراغ سے چراغ جلتے ہیں، ہمارے لیے یہ لازم نہیں کہ ہم انڈونیشیا کے علماء کی ہر رائے سے اتفاق کریں لیکن اس کو جاننا بہت ضروری ہے، اس سے ہمیں اس کا ادراک ہو گا کہ ختمِ نبوت کے بعد کسی کا قول فی نفسہ واجب الاتباع نہیں، اہلِ علم اختلاف کریں گے اور ہمیں اتفاق وعدم اتفاق سے ماوراان کی رائے کا احترام کرنا ہے، اس عمل کے جاری رہنے ہی میں برکت ہے۔

سفرنامہ جاپان: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس
ضبط وترتیب: مولانا اسامہ سمیع حقانی

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کا سفر جاپان

(قسط دوم)

جاپان کا موجودہ دارالحکومت ٹوکیو ایک تاریخی شہر ہے جسے جاپانی لوگ ''اُم البلاد'' بھی کہتے ہیں جیسے ہم مسلمان مکہ مکرمہ کو ''ام القریٰ'' کہتے ہیں۔اس شہر کی آبادی تقریباً تین کروڑ سے زائد ہے، اس شہر نے ترقی اور تباہی کی انتہائیں دیکھی ہیں، اس شہر میں جہاں سولہویں صدی کے اوائل میں لگنے والی آگ نے ایک لاکھ لوگوں کو ہلاک کیا تو بیسویں صدی میں آنے والے تباہ کن زلزلے نے شہر کے ایک لاکھ سے زائد افراد کی جان بھی لی پھر دوسری جنگ عظیم میں ہونے والی شدید امریکی بمباری نے بھی اس شہر کو کھنڈر بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی ،ٹوکیو شہر کی تاریخ چار سو سال پرانی ہے، ۱۸۷۲ء میں ٹوکیو میں پہلی ریلوے لائن کا آغاز ہوا جو ٹوکیو کے شمباشی علاقے سے یوکوہاما کے درمیان شروع کی گئی جسکے بعد جاپان میں صنعتی ترقی کا باقاعدہ آغاز ہوا، ۱۹۳۱ء میں ٹوکیو میں ائیرپورٹ قائم کیا گیا جسے ہانیدا ائیرپورٹ کہا جاتا ہے، یہ ائیرپورٹ آج بھی اپنی جدت کے لحاظ سے دنیا بھر میں مقبول ہے۔

ٹوکیو دنیا کا سب سے مہنگا ترین شہر ہے، آپ کو امریکہ، روس، جرمنی اور فرانس سے زیادہ مہنگے ہوٹل یہاں ملیں گے، یہاں دنیا بھر سے بے شمار سیاح اور تجارت سے وابستہ کاروباری لوگ آتے ہیں، یہاں بڑی اونچی اونچی عمارتیں ہیں اور اس شہر کی تعمیر اس انداز سے کی گئی ہے کہ تمام عمارتیں سیدھی نظر آتی ہیں، ذرہ برابر راستوں اور گلیوں میں ٹیڑھا پن نہیں ہے اور بیچ میں نہریں بہہ رہی ہیں، پورے جاپان میں ٹرین انڈر گراونڈ ہے، یہ ایک ٹرین نہیں بلکہ کئی ٹرین لائنز چاروں طرف بچھی ہوئی ہیں، سفر کے لئے ٹکٹ لینے کی ضرورت نہیں، ہر کسی کے پاس اپنا کارڈ ہوتا ہے، وہ کارڈ دیکھتا ہے اور اس سے پیسے کاٹ لئے جاتے ہیں، وہ ٹرین بھی ایسی ویسی نہیں بلکہ اعلیٰ قسم کے انتظامات اس میں موجود ہوتے ہیں، چند منٹس میں آپ کو مطلوبہ جگہ پر پہنچا دیتے ہیں، مطلوبہ جگہ پہنچتے ہی باقاعدہ جاپانی زبان میں اعلان کیا جاتا ہے کہ فلاں ایریا کے لوگ یہاں اتر جائیں، وہاں کی سڑکوں کا نظام بھی بہت اعلیٰ ہے، وہاں کی ہائی ویز والی سڑک پلوں پر ہے جس کو آپ موٹر وے کہتے ہیں، جاپان میں ساری

موٹروے پلوں کے اوپر سے گزری ہے، اس موٹروے کی لمبائی ساڑھے تین ہزار کلومیٹر ہے اور ریل گاڑی دو قسم کی ہیں، وہ اسے ''کانسن'' کہتے ہیں ایک طرف سے لوگ چڑھتے ہیں اور دوسری طرف سے اترتے ہیں، یہ بھی پل پر چلتی ہیں اور ایک لوکل گاڑی ہے وہ بھی پل پر چلتی ہے، چار ٹریک ہیں، دو تیز والی ٹرین کیلئے اور دو لوکل ٹرین کیلئے اور جو تیز (بلٹ ٹرین) ہے وہ ہوائی جہاز کی رفتار سے سفر کرتی ہے، میں نے خود اس میں سفر کیا، اس میں کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی، تیز ٹرینیں پل کے اوپر اور نیچے لوکل ٹرین چلتی ہیں، ٹوکیو شہر میں اتنا رش ہوتا ہے کہ کوئی حد ہی نہیں لیکن جب سکول، کارخانوں اور فیکٹریز کی چھٹی ہوتی ہے تو روڈ بند ہو جاتے ہیں تاکہ لوگوں کو گھر جانے میں آسانی ہو۔

حضرات! ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا تو ساتھیوں سے کہا کہ نماز کہاں پڑھیں گے؟ یہاں تو مسجد نہیں، غیر مسلم ملک ہے ایک ترکی ہوٹل میں کھانا کھایا، وہاں وضو کیا اور باہر نکل آئے تو سڑک کے کنارے چھوٹی گاڑیوں کے کھڑا کرنے کی جگہ تھی وہاں چھوٹی چھوٹی کار پارکنگ ہوتی ہے، جس میں چار پانچ گاڑیاں آتی ہیں، وہاں روڈ کے اوپر گاڑی کھڑی نہیں کرسکتے، جب وہاں پارک پہنچا تو ساتھیوں سے کہا کہ میں اذان دیتا ہوں اور اس شہر کی دیواروں کو اللہ تعالیٰ کی عظمت سنا کر اللہ کو خوش کرنا چاہتا ہوں ساتھ یہاں کے لوگوں کو بھی دیکھتا ہوں کہ ان لوگوں کا کیا ردعمل ہے؟ بازاروں میں بھی اذانیں دیں، اب یہاں بھی دینگے، یہاں پوری آزادی ہے، ٹوکیو میں اذان دیتے وقت کسی نے نہیں روکا، جاپان کے لوگ مسلمانوں کی بڑی قدر کرتے ہیں، دین کی دعوت وتبلیغ عام چلتی رہتی ہے، وہاں سے سہ روزے، گشت، اجتماعات کھلے عام ہو رہے ہیں، کوئی پابندی نہیں ہے بلکہ وہ عزت دیتے ہیں، یہاں کے بازار کے مرد وخواتین کا لباس بھی آپ کو معلوم ہے کہ کتنا باریک ہوتا ہے تو جب میں نے کھڑے ہو کر اذان دینا شروع کی تو وہ مرد وخواتین خاموشی سے ایک سائیڈ پر ہو گئے، کسی نے بھی ہمیں بری نظر سے گھورتے ہوئے نہیں دیکھا، آرام سے اذان دی اور پھر نماز پڑھی۔ اسی طرح ایک دوسری جگہ پر عصر کی نماز پڑھی، کسی نے ہمیں یہ نہیں کہا کہ آپ نے پارکنگ بند کر دی ہے کیونکہ ان کا ایک سیکنڈ بھی ان کیلئے قیمتی ہوتا ہے بلکہ ہمیں بہت ہی عزت واحترام دیا، یہ ایک ایسا شہر اور ایسے مہذب لوگ ہیں، ان کی اخلاقیات کا کیا ہی کہنا، گالی، جھوٹ، فراڈ، دھوکہ دہی، چوری بالکل وہ جانتے ہی نہیں، پرائی چیز کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے اور بدقسمتی سے ہمارے اخلاق؟ الامان والحفیظ

مجھے ایک دوست نے بہت عجیب بات بتائی کہ یہاں ہمارے پاکستانی دوست پرانی گاڑیوں کو لے کر اس کو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں، حکومت نے لائسنس دیا ہوتا ہے اور وہ یہ کام بغیر لائسنس

کے نہیں کر سکتے، وہاں استعمال شدہ گاڑیاں ہوتی ہیں ان کو توڑ کر کنٹینر میں ڈال کر باہر ممالک میں وہ بھیجتے ہیں جسے یہاں کہا جاتا ہے کہ یہ جاپانی گاڑی ہے،تو وہاں یہ کام لائسنس کے بغیر نہیں ہوسکتا،اگر وہاں کوئی گاڑی کسی پر بیچ دے اور اس میں کوئی عیب نکلا اور وہ اس کو چھپا دے یا اس عیب کو ظاہر نہ کرے تو وہ ناراض ہو جاتے ہیں، وہاں جب گاڑی بیچی جاتی ہے تو آپ کو کاغذ پر لکھ کر دینا ہوتا ہے کہ اس میں یہ یہ خرابی ہے۔وہاں عیب چھپایا نہیں جاتا بلکہ بتا دیا جاتا ہے لیکن یہاں اوپر سے نیچے تک گاڑی رنگ ہوتی ہے اور کہتے ہیں کہ یہ اصلی اوریجنل کلر میں ہے لیکن جاپان میں آپ گاڑی دیکھ کر آپ کہیں گے کہ اس میں تو کوئی عیب ہی نہیں ہے لیکن آپ کو کمپنی والے کہیں گے کہ اس میں فلاں فلاں خرابی ہے اور اگر آپ نے عیب چھپایا اور وہ ظاہر ہوگیا تو آپ کا لائسنس منسوخ کر دیا جاتا ہے کہ آپ نے عیب کیوں چھپایا؟ وہاں ایسا کچھ بھی نہیں ہے،اعلیٰ معیاری چیز آپ کو دی جاتی ہے،تھوڑا سا بھی جھوٹ، دھوکہ ،فراڈ ان میں نہیں ہے۔ہمارے ملک کی طرح نہیں کہ دودھ میں بھی پانی کی ملاوٹ ہوتی ہے۔

میں روزانہ شام کو وہاں مسلمانوں کی مجلس میں بیان کر دیتا تھا ان کو کہتا تھا کہ مسلمانو! یہاں جو میں ان کے اخلاق کو دیکھ رہا ہوں یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے بتلائی ہوئی اسلامی تعلیمات اور اخلاقیات کی طرح ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو چیز بیچنی ہو تو اس میں جو خرابی ہو وہ لوگوں کو بتا دیا کریں، یہ وصف جاپانیوں میں میں نے دیکھا۔

میرے بھائیو! آپ یہ ذہن نشین کر لیں آج میں نے ان لوگوں کے اخلاق کی تعریف کی کہ ان میں دھوکہ دہی،فراڈ،جھوٹ، دغابازی نہیں ہے ،مسلمانوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں، انسان دوست لوگ ہیں ، چوری نہیں کرتے لیکن ان کے پاس صرف ایک نعمت کی کمی ہے اور وہ نعمت ایمان کی ہے۔ایمان نہ ہونے کی وجہ سے ان میں خودکشیوں کی شرح سب سے زیادہ ہے ۔مال ودولت زیادہ ہے،امن اور سکون کی زندگی ہے، دل کی خواہشات بھی پوری ہورہی ہیں لیکن اس کے باوجود خودکشیوں پر یہ لوگ اترتے ہیں،اس کی وجہ وہ ایک نعمت کی کمی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے ہمیں منتقل ہوئی ہے جس کو عقیدہ توحید وایمان کہتے ہیں بدقسمتی سے وہ ان میں نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ ان کو ایمان کی دولت سے بھی نوازے (آمین)

سفر جاپان اور حرمین کے متعلق جو کچھ باتیں کر رہا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو پتہ چلے اور معلوم ہو جائے کہ انسانیت کی کتنی قدر کرنی چاہیے اور اس کی تلقین ہمارے پیارے نبی پاک صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے لیکن افسوس کہ عموماً ہم اس پر عمل نہیں کرتے اور کفار اس پر عمل پیرا ہیں اور دوسرا آپ کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ ایمان کتنا خوبصورت میٹھا پھل ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں نصیب فرمایا ہے اور یہ نعمت بہت سے لوگوں کے نصیب میں نہیں ہے۔

ہم جب جاپان کے ائرپورٹ پر اترے تو وہاں کے وقت کے مطابق دوپہر کے ساڑھے تین بج (۳:۳۰) چکے تھے، وہاں کے مسلمانوں نے میرا بڑا شاندار استقبال کیا، بہت زیادہ لوگ آئے ہوئے تھے جن کی دعوت اور کوشش کی وجہ سے میں گیا ہوا تھا، ہمارے محترم حاجی ارشاد صاحب اور ان کے بچے محترم عثمان صاحب اور حمزہ صاحب اور وہاں ہمارے ایک بہت ہی قدر دان بھائی ہیں وہ بھی وہاں پر ہمارے ساتھ بہت گھومے پھرے، حاجی ارشاد صاحب مہمند کے ہیں، پشاور میں رہتے ہیں وہاں ایک اور حاجی فضل منان صاحب جنہوں نے ہمارے ساتھ بڑے اخلاص کا اظہار اور محبت کا مظاہرہ کیا اور ہمارے تنگی چارسدہ کے ایک عالم ہے جو پشاور میں رہتے، مولانا فتح الامین صاحب جو بہت عرصہ سے وہاں رہائش پذیر ہیں، دوسرے عالم ہے مولانا نور محمد صاحب وہ بھی مہمند ہے اور پشاور میں رہتے ہیں، میرے ساتھ حرمین شریفین کا سفر بھی کیا اور حاجی فضل شاہ صاحب عمرہ کے لئے چھوٹے بچوں کو بھی ساتھ لے گئے تھے، جن کے ہاتھوں میں گلدستے تھے جو تین چار گاڑیوں میں آئے تھے اور انہوں نے میرا بڑا والہانہ استقبال کیا جو جاپان کے لوگوں نے کبھی نہیں دیکھا ہوگا وہاں تو انفرادی زندگی بسر کی جاتی ہے وہاں تو ائیرپورٹ پر کوئی آتا ہے تو اس کے پیچھے ایک بندہ آجاتا ہے اور وہ اپنی گاڑی یا ٹیکسی میں سوار ہو کر اپنے گھر چلا جاتا ہے تو یہ لوگ حیرت سے ہمیں دیکھ رہے تھے کہ یہ کیا ماجرا ہے، یہ لوگ اس مہمان سے گلے مل رہے ہیں اور یہ اتنے زیادہ لوگ ان سے ملنے آئے ہیں تو ائیرپورٹ کا عملہ اور جاپان کے لوگ حیران تھے کہ ایک مہمان کا استقبال کس طرح ہوگیا کہ اتنی زیادہ گاڑیاں اور لوگ آئے ہوئے ہیں اور اتنے پیار سے ان سے مل رہے ہیں اور گلدستے دینے جا رہے ہیں اور اس مہمان سے گلے مل رہے ہیں، وہاں جتنے ہمارے مسلمان پٹھان بھائی ہیں زیادہ تر مہمند ہیں اور مہمند میں صافی قوم بہت زیادہ ہیں، انہوں نے میری بڑی قدر کی ہے، حقیقت یہ ہے کہ میں ان لوگوں سے بہت زیادہ خوش آیا ہوں، وہاں پانچ منٹ کسی کے ساتھ فارغ نہیں ہوتے کیونکہ وہ بیچارے اپنے کاموں میں مگن ہوتے ہیں لیکن میری وجہ سے یہ لوگ سارے دن کام پر نہیں گئے اور جدھر میں جاتا تو یہ لوگ میرے ساتھ جاتے، اپنے بچوں کے ساتھ حاجی بشیر صاحب حاجی منان صاحب میرے ساتھ گھومتے تھے اور جن کی دعوت پر میں گیا تھا تو انہوں نے اپنے

بھائیوں، بہنوں اور بچوں کیساتھ اپنے آپ کو میرے لیے وقف کیا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو خوش رکھے اور ان کو اجرعظیم عطا فرمائے (آمین)

وہاں سے ہم روانہ ہوئے اور راستے میں ایک جگہ پر ہم نے مغرب کی نماز پڑھی، عصر کی نماز ہم نے ائیر پورٹ میں پڑھی تھی اور مغرب کی نماز ایک پارک میں پڑھی، یہ جاپان میں پہلی نماز تھی تو میں سوچ رہا تھا کہ یہ تو ایک غیر مسلم ملک ہے خدانخواستہ یہاں کھلی جگہ نماز پڑھنا ان لوگوں کو اچھا نہ لگے، جب ہم اس پارک میں گئے تو وہاں خوبصورت جگہ تھی وہاں ہم نے جائے نماز بچھائی اور نماز پڑھی، وہاں میرے ساتھ جو لوگ تھے ان سے کہا کہ یہ مجھے ایسا لگ رہا کہ میں چارسدہ آیا ہوں اور یہ لوگ مجھے اپنے لوگ نظر آتے ہیں اور یہ ملک مجھے غیر مسلموں کا ملک نہیں لگ رہا یہ تو مسلمانوں کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، انہوں نے کہا کہ یہ مسلمان نہیں لیکن انسان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں تو راستے میں مغرب کی نماز ادا کی اور پھر ہم اپنے میزبان کے گھر ہئیدہ گئے۔

ہئیدہ ائیر پورٹ سے ڈیڑھ گھنٹے کے فاصلے پر ہے، یہ ایک صوبہ ہے جس کا نام ساتویاما ہے تو اس میں یہ ہئیدہ ایک شہر ہے وہاں ہم گئے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ کے تمام لوگ آپ کا مسجد میں انتظار کر رہے ہیں، وہاں ایک مسجد ہے مسجد بلال کے نام سے، وہاں اردگرد کے علاقے میں جتنے پٹھان مسلمان ہیں وہاں جمع تھے، وہاں پاکستان کی طرح مسجد نہیں ہوتی کہ گھر سے نکلے اور مسجد میں داخل ہو گئے بلکہ وہاں تو لوگ تین چار کلو میٹر کا فاصلہ طے کر کے نماز پڑھنے کے لیے مسجد آتے ہیں، بارہ کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے مسجد پہنچے اس لیے کہ وہ تو غیر مسلموں کا ملک ہے اور مسلمان وہاں بہت کم ہے اور غیر مسلم گھر کے سامنے تو کوئی مسجد نہیں بنا سکتا تو ایک مسجد ہوتی ہے اور اس مسجد میں دور دراز علاقوں سے لوگ نماز پڑھنے آتے ہیں اور مسجد کا قانون کیا ہے مسجد کو وہاں رجسٹر کیا جائے گا تو بعض لوگ خود حکومت کیساتھ رجسٹر کروا دیتے ہیں اور درخواست دیتے ہیں اور حکومت اجازت بھی دیتی ہے، کوئی روک ٹوک نہیں، مسجد کے قیام کے لئے زمین کا انتظام کر کے مسجد قائم کریں تاہم ان کی کچھ شرائط ہیں ان کو پورا کرنا پڑتا ہے، ایک شرط یہ ہے مسجد کے ساتھ گاڑیوں کی پارکنگ کیلئے جگہ ضرور ہونی چاہیے یہ نہیں کہ مسجد تو بنائی اور گاڑیاں سڑکوں پر کھڑی ہوں گی وہاں سڑک اور راستے میں گاڑی کھڑی کرنا منع ہے، اس راستے میں سواری نہیں اٹھاتا کہ کوئی گاڑی کھڑی کریں اور کہے کہ یہ ہماری جرنیلی سڑک ہے تو ان کے قانون کے مطابق اس سڑک کے کنارے گاڑی کھڑی کرنا بالکل منع ہے (جاری ہے)

مولانا مفتی عبید الرحمٰن*

اسرائیل کے ساتھ معاشی اور اقتصادی بائیکاٹ
شرعی وفقہی حیثیت

مغربی دنیا عرصہ سے تسلسل کے ساتھ ایسے اقدامات کرتی آرہی ہے جن کی وجہ سے ان کے خلاف دینی طبقات کی جانب سے تجارتی واقتصادی بائیکاٹ کرنے کی اپیل کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔اس وقت اسرائیل ''غزہ'' اور وہاں کے مظلوم مسلمانوں پر جو وحشیانہ بمباری کررہا ہے،اس کو عملی میدان میں گزگ پہنچانے کا ایک طریقہ یہی تجارتی بائیکاٹ تجویز کیا گیا ہے، اقتصادی اور تجارتی بائیکاٹ ہی پر قناعت کرنا گو درست نہیں ہے لیکن سنجیدگی کے ساتھ اس کو اختیار کرنا بھی بڑی غنیمت کی بات ہے اوراس سے بھی بہت کچھ فوائد سمیٹے جاسکتے ہیں۔ بہرحال! ان سطور کا مقصد اس بائیکاٹ کی شرعی حیثیت اور فقہی مقام واضح کرنا ہے۔

محارب ملک کے ساتھ تجارت کا فقہی حکم

جو طاقت ملک مسلمانوں کے خلاف برسرجنگ ہو،اس کے ساتھ کوئی بھی ایسا تعلق رکھنا جس سے اس کی قوت وطاقت میں اضافہ ہوجاتا ہے اور مسلمانوں کے خلاف لڑنے میں مضبوطی پیدا ہو،شرعاً جائز نہیں بلکہ اصل حکم یہی ہے کہ:

(۱) جب وہ کسی ایک مسلمان قوم ملک کے ساتھ برسرِ جنگ ہے تو وہ تمام مسلمانوں کے خلاف محارب ہی سمجھا جائیگا،شرعی نقطہ نظر سے قومی اور وطنی فاصلے اس باب میں معتبر نہیں ہیں۔

(۲) لہٰذا یسے ملک وطاقت کیساتھ دیگر تمام مسلمان ممالک کا ربط حرب ہی کا ہوگا، جس درجے میں جو مسلمان لڑنے کی صلاحیت رکھتا ہے اس درجے میں لڑنا ضروری ہے اور جو بالکل استطاعت نہ

* مفتی دارالافتاء جامعہ محمدیہ طورو مردان

رکھتے ہوں، وہ اپنی استطاعت سے زیادہ کسی چیز کے مکلّف تو نہیں ہیں، تاہم ان کے ساتھ برادرانہ تعلق رکھنے کا جواز نہیں۔

''شرح سیر کبیر'' میں ہے:

ولا بأس بأن يبيع المسلمون من المشركين ما بدا لهم من الطعام والثياب وغير ذلك، إلا السلاح والكراع، والسبى سواء دخلوا إليهم بأمان أو بغير أمان .لأنهم يتقوون بذلك على قتال المسلمين، ولا يحل للمسلمين اكتساب سبب تقويتهم على قتال المسلمين، وهذا المعنى لا يوجد فى سائر الأمتعة. ثم هذا الحكم إذا لم يحاصروا من حصونهم، فأما إذا حاصروا حصنا من حصونهم فلا ينبغى لهم أن يبيعوا من أهل الحصن طعاما ولا شرابا ولا شيئا يقويهم على المقام .لأنهم إنما حاصروهم لينفذ طعامهم وشرابهم حتى يعطوا بأيديهم ويخرجوا على حكم الله تعالى، ففى بيع الطعام وغيره منهم اكتساب سبب تقويتهم على المقام فى حصنهم، بخلاف ما سبق، فإن أهل الحرب فى دارهم يتمكنون من اكتساب ما يتقوون به على المقام، لا بطريق الشراء من المسلمين، فأما أهل الحصن لا يتمكنون من ذلك بعد ما أحاط المسلمون بهم، فلا يحل لأحد من المسلمين أن يبيعهم شيئا من ذلك . ومن فعله فعلم به الإمام أدبه على ذلك لارتكابه ما لا يحل (۱)

یہ عبارت اس باب میں واضح ہے کہ:

الف: عام حالات میں مشرکین کے ہاتھ اسلحہ اور جنگی آلات کے علاوہ اشیاء خورد ونوش وغیرہ بیچنا اوران کے ساتھ اس کی تجارت کرنا مباح ہے۔

ب: جہاں اس خرید وفروخت کی وجہ سے ان کی قوت میں مسلمانوں کے خلاف اضافہ ہوجاتا ہو، وہاں ایسا کرنا جائز نہیں ہے، چنانچہ درج بالا صورت مسئلہ یہ فرض کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت کفار سے برسرِ جنگ ہیں، اوران کو کسی قلعہ وغیرہ کا محاصرہ کیا ہے، اب کسی بھی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ان محصور کافروں کے ہاتھ کوئی چیز بیچ دے چاہے وہ کھانے پینے کی چیز کیوں نہ ہو۔

ج: اگر کوئی شخص ایسی حالات میں ان کے ساتھ تجارت کرتا ہے، ان کے ہاتھ خورد ونوش کی چیزیں بیچتا ہے تو وہ تعزیر کا مستحق ہے، اسلامی حاکم وامیر اس کو اس کی مناسب سزا دے دے۔

عصری جائزہ

اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ اس وقت کی جنگیں بہت کچھ لاگت چاہتی ہیں، معمولی سرمایے پر جنگیں نہیں لڑی جاسکتیں۔ نیز کوئی بھی ملک اس وقت تک کوئی سنجیدہ جنگ نہیں لڑسکتا جب تک کہ دیگر ممالک کے ساتھ اس کے تجارتی واقتصادی تعلقات درست نہ ہوں، از خود کوئی ملک اتنا خود کفیل نہیں رہ سکتا جو معاصر جنگوں میں باعزت مقام حاصل کرسکے۔ یہی تجارتی واقتصادی تعلقات ہی عام طور پر ملک کو طاقتور وتوانا بناتے ہیں اور پھر اس کے بل بوتے وہ ترقی پذیر ممالک کو ہڑپ کرنے کے قابل ہوجاتا ہے لہٰذا جب یہ بات واضح ہے کہ کوئی طاقت وملک مسلمانوں کے خلاف جنگ میں مصروف ہے اور تجارتی تعلقات برقرار رکھنے کی صورت میں ملک مضبوط تر ہوتا جاتا ہے، اس کی جنگی طاقت بڑھ جاتی ہے تو ایسی صورت میں ایسے ملک طاقت کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم کرنا یا برقرار رکھنا شرعاً درست نہیں ہے۔

ایک ادھوری تعبیر

بسا اوقات اس مسئلہ کیلئے ایک اور تعبیر اختیار کی جاتی ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ ''مسلمانوں کے خلاف برسرِ جنگ ممالک کے ساتھ تجارتی تعلقات رکھنا ایمانی غیرت کے خلاف ہے، دینی حمیت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے ساتھ تجارتی تعلقات نہ رکھے جائیں''۔ یہ تعبیر فی نفسہ بالکل درست ہے اور واقعتاً دینی غیرت وحمیت کا تقاضا یہی ہے کہ ایسے ممالک کے خلاف ہوجایا جائے، تجارتی تعلقات بالکل ختم کئے جائیں لیکن عام طور پر یہ تعبیر اس پس منظر کے ساتھ بیان کی جاتی ہے کہ ''فقہی نقطہ نظر سے تو تجارتی تعلقات میں مضائقہ نہیں بلکہ مباح ہے تاہم دینی غیرت کے تقاضے کے خلاف ہے'' حالانکہ یہ بات بالکل درست نہیں ہے۔اس کے درست نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ: خود فقہی نقطہ نظر سے بھی ایسے تعلقات رکھنا درست نہیں، چنانچہ ''شرح سیر کبیر'' کی جو عبارت اوپر ذکر کی گئی ہے، اس میں اس کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔

غلط فہمی کی پہلی بنیاد

اس باب میں غلط فہمی کی بنیاد بظاہر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ''فقہی نقطہ نظر'' کو طے کرنے کے لئے صرف عقد کے منعقد اور صحیح ہونے کی شرائط کو مدنظر رکھا جاتا ہے کہ اسلحہ کے علاوہ جس ساز وسامان کا ان جیسے ممالک کیساتھ تبادلہ کیا جاتا ہے، ان میں چونکہ بیع کے منعقد ہونے اور منعقد ہونے

کے بعد صحیح ہونے کی شرائط موجود ہیں، اسلئے ''فقہی نقطہ نظر'' سے یہ عقد درست ہونا چاہئے۔ حالانکہ یہ تصور ادھورا ہے، اہل علم سے مخفی نہیں ہے کہ فقہی نقطہ نظر سے کسی چیز کا صحیح یا مشروع ہونا اس کے عملاً جائز ہونے کو مستلزم نہیں ہے ، بہت مرتبہ ایسا ہوسکتا ہے کہ عقد ''صحیح'' ہو لیکن جائز نہ ہو، موجب گناہ ہو، چنانچہ فقہی اصطلاح میں جن معاملات کو ''بیوع مکروہہ'' قرار دیا جاتا ہے، انکے تصور کی بنیاد ہی یہ ہے کہ معاملہ میں صحت کی تمام تر شرائط موجود ہوں لیکن ان کے بعد کراہت کا کوئی سبب پایا جائے۔

ممانعت کی دو بنیادیں

یہاں زیرِ بحث مسئلہ میں بھی کراہت کی ایک بنیادی وجہ تعاون علی الاثم ہے جو یہاں پایا جاتا ہے لہٰذا جس طرح اذان جمعہ کے بعد خرید وفروخت کرنا، جھوٹ ودھوکہ دہی کے ساتھ خرید وفروخت کرنا جائز نہیں بلکہ گناہ اور ممنوع و مذموم ہے، ان دونوں معاملات کو صرف دینی غیرت کہنے پر ہی اکتفاء نہیں کیا جاتا یوں ہی مسلمانوں کے خلاف برسرِ پیکار مما لک کے ساتھ خرید وفروخت کرنا بھی ناجائز ہے اور صرف دینی غیرت کے تقاضے کے خلاف نہیں۔

دوسری بنیادی وجہ یہ ہے کہ محارب کفار (افراد، اقوام وممالک) کے ساتھ تعلقات رکھنا درست نہیں ہے بلکہ نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ''عدم تعلق'' رکھنا ہی کافی نہیں، (اپنی حد تک) عداوت رکھنا ضروری ہے اور بہت سے اہل علم نے اس بات کی صراحت بھی فرمائی ہے، مثال کے طور پر امام جصاص رازی ''سورۃ مائدۃ'' کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

قوله تعالى يا أيها الذين آمنوا لا تتخذوا اليهود والنصارى أولياء بعضهم أولياء بعض ..وفى هذه الآية دلالة على أن الكافر لا يكون وليا للمسلم لا فى التصرف ولا فى النصرة ويدل على وجوب البرائة من الكفار والعداوة لهم لأن الولاية ضد العداوة فإذا أمرنا بمعاداة اليهود والنصارى لكفرهم فغيرهم من الكفار بمنزلتهم ويدل على أن الكفر كله ملة واحدة لقوله تعالى بعضهم أولياء بعض (۳)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کفار کیساتھ (خاص کر محارب کفار) صرف عدم تعلق ہی کافی نہیں ہے بلکہ (ضرورت کے موقع پر) اظہار عداوت وبرائت بھی ضروری ہے۔

غلط فہمی کی دوسری بنیاد

زیر بحث مسئلہ کی جو تعبیر اوپر ذکر کی گئی اور جس کو یہاں ادھورا قرار دیا گیا، اس کی ایک

دوسری بنیاد بھی ہے، یہ بنیاد وہ جزئیات ہیں جن میں یہ صراحت ہے کہ اہل حرب کے ہاتھ کھانے پینے وغیرہ کی چیزیں فروخت کرنا جائز ہے اور روایات سے ثابت ہے، صرف اسلحہ وغیرہ جنگی سامان کا فروخت کرنا ہی ممنوع ہے، مثال کے طور پر ''بدائع'' میں ہے:

ویکره بیع السلاح من أهل البغی وفی عساکرهم؛ لأنه إعانة لهم علی المعصیة، ولا یکره بیع ما یتخذ منه السلاح کالحدید ونحوه؛ لأنه لا یصیر سلاحا إلا بالعمل ونظیره أنه یکره بیع المزامیر .(۳)

''ہدایہ'' میں ہے: ولا ینبغی أن یباع السلاح من أهل الحرب ولا یجهز إلیهم لأن النبی علیه الصلاة والسلام نهی عن بیع السلاح من أهل الحرب وحمله إلیهم ولأن فیه تقویتهم علی قتال المسلمین فیمنع من ذلك وكذا الكراع لما بینا وكذا الحدید لأنه أصل السلاح وكذا بعد الموادعة لأنها علی شرف النقض أو الانقض فكانا حربا علینا وهذا هو القیاس فی الطعام والثوب إلا أنا عرفناه بالنص فإنه علیه الصلاة والسلام أمر ثمامة أن یمیر أهل مكة وهم حرب علیه .(٤)

ان جزئیات سے استدلال کرنا درست نہیں، اسباب جنگ کے علاوہ اشیاء کی تجارت بہرصورت مباح نہیں ہے بلکہ اس میں وہی تفصیل ہے جو''شرح سیر کبیر'' کی ذکر کردہ عبارت سے معلوم ہوتی ہے۔

کافر کا مال مسلمان خریدار سے خریدنا

بہت مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ جو کافر ممالک مسلمانوں کیساتھ برسر پیکار ہوں، ان سے اسلامی ممالک کا کوئی مسلمان فرد اادارہ مال خریدتا ہے اور پھر وہی وہ مال مسلمان ملک میں لوگوں کو فروخت کرتا ہے، اب بہت سے لوگ اس سے مال خریدنے اور آگے فروخت کرنے کی اجازت دیتے ہیں لیکن غور کیا جائے تو ایسے مال خریدنے سے بہرحال ہی احتراز واحتیاط کرنا ہی مناسب معلوم ہوتا ہے، کیونکہ یہاں براہ راست تو کافر حربی سے عام مسلمانوں کو خریدنے کی نوبت نہیں آتی لیکن انجام کار اس سے خریداری کا سلسلہ مضبوط ہوجاتا ہے اور تجارتی بائیکاٹ نہ کرنے کی صورت میں جو شرعی خرابی سامنے آرہی تھی اور جس کی وجہ سے بائیکاٹ کرنے کو ضروری قرار دیا جارہا تھا، وہ یہاں بھی پوری طرح متحقق ہے، چنانچہ جب خریدار ملیں گے اور مال فروخت ہوتا رہے گا تو متعلقہ مسلمان فرد یا ادارہ مزید مال خریدتا رہے گا۔

حضرات فقہائے کرام نے فی الجملہ متعدد مسائل میں اس پہلو کا بھی لحاظ رکھا اور اس بنیاد پر متعدد

معاملات کو ممنوع قرار دیا ہے، چنانچہ جو شخص شاہراہ عام پر مال فروخت کرنا شروع کرے اور اس سے گزرنے والوں کو تکلیف ومشقت کا سامنا کرنا پڑے، اس سے اسی بنیاد پر کچھ خریدنے کو ممنوع قرار دیا گیا ہے، ''فتاویٰ غیاثیہ'' میں ہے: من يبيع ويشترى على الطريق ولم يضر قعوده للناس لسعة الطريق لا بأس به، وإن أضر بهم فالمختار أنه لا يشترى منه لأنه إذا لم يجد مشتريا لا يقعد فكان الشراء منه إعانة على المعصية (٥) وكذافى الفتاوى الهندية (٦)

ماضی کا ایک اہم فتوی

آج سے تقریباً پچاس سال پہلے ''مجلس عمل'' نے ایک سوالنامہ تیار کیا جس کا تفصیلی جواب ملک کے مشہور صاحبِ علم وافتاء شخصیت حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکیؒ نے مرتب فرمایا، اس کے بعد برصغیر کے سینکڑوں اہل علم نے اس فتوی پر تائیدی دستخط فرمائے تھے، یہ سوال وجواب اصلاً تو قادیانی جماعت اوران کے ساتھ تعلقات رکھنے سے متعلق تھا لیکن اس فتوی سے زیر بحث مسئلہ کے بھی متعدد پہلو بالکل واضح ہوجاتے ہیں، اس فتویٰ میں یہ بھی تحریر فرمایا گیا ہے:

''یہ واضح رہے کہ کفار محاربین جو مسلمانوں سے برسر پیکار ہوں، انہیں ایذاء پہنچاتے ہوں، اسلامی اصطلاحات کو مسخ کرکے اسلام کا مذاق اُڑاتے ہوں اور مارآستین بن کر مسلمانوں کی اجتماعی قوت کو منتشر کرنے کے درپے ہوں، اسلام اُن کے ساتھ سخت سے سخت معاملہ کرنے کا حکم دیتا ہے، رواداری کی ان کافروں سے اجازت دی گئی ہے جو محارب اور موذی نہ ہوں، ورنہ ''کفار محاربین'' سے سخت معاملہ کرنے کا حکم ہے۔علاوہ ازیں بسا اوقات اگر مسلمانوں سے کوئی قابل نفرت گناہ سرزد ہوجائے تو بطور تعزیر وتادیب ان کے ساتھ ترک تعلق اور سلام وکلام ونشست وبرخاست ترک کرنے کا حکم شریعت مطہرہ اور سنت نبوی میں موجود ہے چہ جائیکہ کفار محاربین کے ساتھ لیکن اگر مسلمان حکومت اس قسم کے لوگوں کو سزا دینے میں کوتاہی کرے یا اُس سے توقع نہ ہو تو خود مسلمانوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ بحیثیت جماعت اُس قسم کی سزا کا فیصلہ کریں جو ان کے دائرہ اختیار میں ہو۔

الغرض !ارتداد، محاربت، بغاوت، شرارت، نفاق، ایذا، مسلمانوں کے ساتھ سازش، یہود ونصاریٰ وہنود کے ساتھ ساز باز ان سب وجوہ کے جمع ہوجانے سے بلاشبہ مذکور فی السوال فرد یا جماعت کے ساتھ مقاطعہ یا بائیکاٹ نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے، اگر

مسلمانوں کی جماعت بہیتِ اجتماعی اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے مقاطعہ یا بائیکاٹ جیسے ہلکے سے اقدام سے بھی کوتاہی کرے گی تو وہ عنداللہ مسئول ہوگی۔(۷)

تحریک ترکِ موالات کا پس منظر

تقسیمِ ہند سے پہلے ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف جو''تحریک ترکِ موالات'' قائم ہوئی تھی جس میں مسلمانوں کے تقریباً تمام طبقات نے کسی نہ کسی حد تک حصہ لیا تھا اور جس کی سرپرستی اکابر علماءِ ہند فرمارہے تھے، اس کے پس منظر میں بھی یہ بات موجود تھی، چنانچہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''رہا یہ شبہ کہ موالات اور چیز ہے اور معاملہ اور چیز ہے۔آیات موالات کو منع کرتی ہے، موالات کو تو میں کہوں گا کہ ہاں موالات اور معاملہ میں مفہوم کے لحاظ سے فرق ضرور ہے لیکن موالات کے مفہوم میں قربت اور نزدیکی پیدا کرنے والے تعلقات اور باہمی نصرت اور معاونت کے تمام ارتباطات لغوی معنی کے لحاظ سے داخل ہیں پس تمام ایسے معاملے جن کی وجہ سے دشمن کے ساتھ میل جول ربط واتحاد بڑھے، ایسے معاملے جو ان کی معاندانہ طاقت کو بڑھائیں، ایسے تعلقات (فوجی ملازمت وغیرہ) جو مسلمانوں کی ہلاکت اور شوکت اسلامیہ کے مٹانے میں دخل رکھتے ہوں، ایسے روابط جن کی وجہ سے انہیں موقع ملے کہ مسلمانوں کی رضامندی پر استدلال کرسکیں ایسے مراسم جن سے ان کے ساتھ محبت اور الفت کا اظہار ہوتا ہے براہ راست یا بالواسطہ موالات ممنوعہ محرمہ میں داخل ہیں، حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ کو بغور دیکھا جائے اور فاروق اعظم کی ایمانی عینک سے مشاہدہ کیا جائے تو پھر کوئی شبہ واقع نہیں ہوسکتا۔''(۸)

(حواشی)

(۱) شرح السير الكبير، باب هدية أهل الحرب، ج۱ ص۱۲٤۲

(۲) أحكام القرآن للجصاص ت قمحاوي، سورة المائدة آية ٥١، ج٤ ص۹۹

(۳) بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، كتاب الغصب، ج۷ ص۱٤۲

(۴) الهداية فى شرح بداية المبتدى، كتاب السير، ج۲ ص۲۸۲

(۵) الفتاوى الغياثية، كتاب البيوع، قبيل الباب السادس فى الاستقراض، ص۱۵۳، مطبع بولاق.

(۶) الفتاوى الهندية، الباب العشرون، البياعات المكروهة، ج۳ ص۲۱۰

(۷) فتاى بينات، ج ۱ ص ۲۲۰ (۸) خطبات جمعیت علماء ہند، صفحہ:۸٦

ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی*

ڈی فائی: ایک اور نیا عالمی معاشی بحران؟

ڈی سینٹرلائزڈ فنانس یعنی ڈی فائی Decentralized Finance(DeFi) مُرَوَّجہ عالمی مالیاتی نظام کو نئی شکل دینے کا ایک نیا طریقہ ہے جس کی عالمی منڈی ۲۰۰ بلین امریکی ڈالر کی ٹوٹل آماؤنٹ آف ویلیو لاکڈ Total Amount of Value Locked(TVL) سے زیادہ کی ہے، تاہم یہ ایک ستم ظریفی ہے کہ ماضی سے سبق لینے کے باوجود دنیا ایک اور عالمی معاشی بحران کے دہانے پر ہے اور یہ ابھرتی ہوئی ڈی سینٹرلائزڈ فنانس مارکیٹ بڑی حد تک اس میں حصہ ڈال رہی ہے۔

آیئے! ہم ڈی فائی کی تکنیکی تفصیلات کا گہرائی میں جائزہ لیں اور دیکھیں کہ یہ عالمی کساد بازاری کی بنیادی وجہ کیسے بن سکتی ہے۔

موجودہ عالمی معاشی نظام سینٹرلائزڈ ہے اور اسے حکومتیں اور ریگولیٹری ادارے کنٹرول کرتے ہیں، عالمی مالیاتی ادارے جیسے کہ ورلڈ بینک، آئی ایم ایف، ایشین ڈویلپمنٹ بینک اور یورپی انوسٹمنٹ بینک غربت کو کم کرنے کے لئے قرضے دے کر معیشتوں پر حاوی ہیں، زَر یا پیسہ حکومتوں کی نگرانی میں بنایا جاتا ہے، اسٹاک ایکسچینج، انشورنس کمپنیاں، مرکزی بینک اور سیکیورٹیز ایکسچینج بھی موجودہ مالیاتی ڈھانچے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، تاہم موجودہ مالیاتی نظام میں کئی مسائل ہیں، ان مسائل میں کچھ یہ ہیں جیسے مڈل مین یا تھرڈ پارٹی کی شمولیت، شفافیت کا فقدان، مانیٹری پالیسی پر حکومت کا اَثر و رُسُوخ، بین الاقوامی مارکیٹ میں ملٹی نیشنل کمپنیوں کی اجارہ داری، ڈالر کی اجارہ داری، دولت کی عدم مساوات، ترقی پذیر ممالک کو بین الاقوامی منڈیوں میں آزادانہ طور میں رسائی جیسی مشکلات شامل ہیں۔

ڈی فائی، جیسا کہ اس کے حامیوں نے دعویٰ کیا ہے، ان تمام مسائل کا حل ہے، آسان

---

* لیکچرر منسٹر ٹیکنالوجی یونیورسٹی آئرلینڈ

الفاظ میں ڈی فائی کے مطابق موجودہ عالمی مالیاتی نظام سے ''مرکزیت'' یعنی سینٹرلائزڈ اداروں کو نکال دیا جائے اور عالمی مالیاتی نظام کو ''ڈی سینٹرلائزیشن'' کی خصوصیات کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے شروع سے دوبارہ ڈیزائن کیا جائے۔

آیئے! اس کو ایک مثال سے سمجھتے ہیں۔ ایک کمپنی اپنے کاروبار کو بڑھانے کے لئے کچھ رقم چاہتی ہے، یہ کمپنی بینک سے رابطہ کرے گی اور قرض کی درخواست کرے گی، بینک حکام ضروری چیکنگ کریں گے اور رقم مخصوص شرحِ سود کے ساتھ اس کمپنی کو جاری کریں گے۔ تاہم، بینک نے اس کمپنی کو جو رقم دی ہے وہ حکومت (مرکزی بینک) نے فریکشنل ریزرو بینکنگ سسٹم کا استعمال کرتے ہوئے بنائی ہے، بنیادی طور پر اس فریکشنل ریزرو بینکنگ سسٹم کے نظام کو چلانے کیلئے ریزرو ضروری ہیں جبکہ ڈی فائی کے تناظر میں، یہ کمپنی خود اپنا بینک بن سکتی ہے اور بلاک چین پر کوڈ سے کریڈٹ حاصل کر سکتی ہے۔ کسی ادارے کی ضرورت نہیں، اس دنیا کا تصور کریں جہاں ہر کوئی اپنا بینک بن جائے، کریڈٹ بنائے، اپنی مالیاتی مصنوعات اور سروسز شروع کرے اور یہ سب کچھ بغیر کسی کنٹرول اور ریگولیشن کے ہو، وہ نظام کتنا کمزور اور ناپائیدار ہوگا؟

فلیش لونز (Flash Loans)، اسٹیبل کوائن (Stable Coins) اسٹیکنگ/ لینڈنگ، پیگڈ ٹوکن (Pegged Tokens)، ڈی سینٹرلائزڈ ایکسچینج، نان فنجیبل ٹوکنز (NFTs)، سمارٹ کانٹریکٹس، ڈی سینٹرلائزڈ ایپلی کیشنز dApps اور کرپٹو کرنسی، ڈی فائی کی بنیادی اکائیاں ہیں، یہ سب بلاک چین کو ایک بنیادی ٹیکنالوجی کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ ڈی فائی، پیر ٹو پیر (P2P) لین دین پر مبنی ہے (بنیادی طور پر ایتھریم Ethereum پر ڈیزائن کیا گیا ہے)، اصولی طور پر، پیر ٹو پیر (P2P) ٹرانزیکشنز کو حقیقی معاشی سرگرمی کی عکاسی کرنی چاہیے۔ تاہم، ڈی فائی کے ساتھ یہ معاملہ نہیں ہے، کیا آپ ۶۹ ملین امریکی ڈالر کی ڈیجیٹل تصویر کا تصور کر سکتے ہیں؟ جی ہاں! سب سے مہنگے این ایف ٹی میں سے ایک ''Everydays:First 5000 days'' ہے جو کہ ایک ڈیجیٹل آرٹ ہے جس میں ۵۰۰۰ تصاویر ہیں لیکن اُس کی پشت پر کوئی حقیقی اثاثہ نہیں ہے، مزید برآں این ایف ٹی کی ایسی تجارت صرف ''شیخی مارنے کے حقوق'' کی عکاسی کرتی ہے نہ کہ قانونی لحاظ سے ڈیجیٹل اثاثہ کی اصل ملکیت۔

دوسری طرف کرپٹو کرنسی کی بنیادی طور پر اپنی کوئی ذاتی قدر یا افادیت نہیں ہے، یہ صرف فرضی نمبر ہیں جو کمپیوٹر میں ڈالے جاتے ہیں اور ان کا حقیقی معیشت سے کوئی تعلق نہیں ہے، کرپٹو کرنسی

کی قیمتوں میں زیادہ اتار چڑھاؤ کی وجہ سے لوگ اسے سرمایہ کاری کے مقصد کے لئے استعمال کرتے ہیں کیونکہ بہت کم مدت میں بہت زیادہ منافع ہوتا ہے، کیا کرپٹو کرنسی کی یہ تجارت اور سرمایہ کاری جوا یعنی قمار کے مترادف نہیں ہے؟ ہاں، یقیناً ہے اور اس کا تذکرہ حال ہی میں برطانیہ کی ٹریژری کمیٹی ''ہاؤس آف کامنز'' یعنی ایوانِ زیریں نے کیا ہے اور ''دی گارڈین'' اخبار میں بھی اس کا حوالہ دیا گیا ہے۔

ایک تحقیقی مقالہ جسے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے بعنوان ''Post-Crisis Reforms:Some Points to Ponder'' جو کہ ۲۰۱۰ میں ورلڈ اکنامک فورم، جسے اقتصادیات کا سب سے باوقار بین الاقوامی فورم سمجھا جاتا ہے، میں ۲۰۰۷ - ۲۰۰۸ کے عالمی مالیاتی بحران کے بعد پیش کیا، چار بنیادی عوامل کو ظاہر کرتا ہے جن کی وجہ سے بڑے پیمانے پر معاشی بحران پیدا ہوا۔ اول یہ کہ نقدی کو اُس کے بنیادی مقصد یعنی ذریعہ تبادلہ سے ہٹانا اور اُسے خود تجارت کا آلہ بنانا، دوم ڈیریویٹیوز Derivatives کا بہت زیادہ سرائیت کر جانا، سوم یہ کہ قرضوں کی فروخت اور چہارم یہ کہ اسٹاک، اشیاء اور کرنسیوں میں شارٹ سیل Short Sales اور بلینک سیلBlank Sales۔تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے! یہ وہ تمام اسباب ہیں جو کہ ڈی فائی میں زیادہ بڑے پیمانے پر موجود ہیں۔

فابیو پانیٹا (Fabio Panetta) معروف بین الاقوامی ماہر معیشت ہیں، یورپین سینٹرل بینک کے ایگزیکٹو بورڈ ممبر ہیں، نے ۲۲ ویں بی آئی ایس سالانہ کانفرنس بمطابق سن ۲۰۲۳ء میں اپنی حالیہ تقریر میں کہا کہ کرپٹو نئے سرمایہ کاروں کو راغب کرنے کے لیے نئی داستانیں تشکیل دے رہا ہے، یہ ڈی فائی کا نظام کرپٹو کو نیا خون دینے کے لئے ایسی ہی ایک داستان میں سے ایک ہے یا وسیع تر معنوں میں اسے کرپٹو کے نظام کی ری برانڈنگ کے طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔ڈی فائی کا مقصد کرپٹو اثاثوں پر مبنی معیشت کو سہارا دینا ہے، یہ کرپٹو اثاثوں پر مبنی مصنوعات کی مارکیٹ تک رسائی کے لئے ایندھن کا کام کرتا ہے۔ محققین کے مطابق، موجودہ ڈی فائی سسٹم، سینٹرلائزڈ اداروں پر بہت زیادہ انحصار کرتا ہے جیسے والیٹ فراہم کرنے والے، اوریکلز، مائننگ پولز اور بلاک چین API فراہم کرنے والوں پر لہٰذا ڈی فائی کا یہ دعویٰ کہ وہ ڈی سینٹرلائزڈ ہے یہ سو فیصد درست نہیں۔

ڈی فائی کے نظام کو ''مُشتَری ہوشیار باش'' یعنی Caveat Emptor کے طور پر نہیں چھوڑا جا سکتا! جس کا مطلب یہ ہے کہ سرمایہ کار اپنے رسک پر سرمایہ کاری کریں، اصولی طور پر ہرگز اس کی

اجازت نہیں ہونی چاہیے، ڈی فائی ریگولیٹڈ نہیں ہے، یہ ایک بے قابو غبارہ ہے جو کسی بھی وقت پھٹ سکتا ہے، یہ حقیقی اثاثوں پر مبنی نہیں ہے اور اس کا حقیقی معیشت سے کوئی تعلق نہیں ہے، ڈی فائی نظام کے حامیوں بشمول کرپٹو سرمایہ کاروں نے یہ ڈی فائی کی مصنوعات صرف کرپٹو کو زندہ رکھنے کے لئے بنائے ہیں حتیٰ کہ میکا ریگولیشن نافذ کرنے سے ایسا لگتا ہے کہ یورپی حکومتیں یہ پیغام دینا چاہتی ہیں کہ وہ ڈی سینٹرلائیوڈ کرپٹو اثاثوں (جو کہ ریگولیٹڈ نہ ہو اور جن کی پشت پر کوئی اثاثہ نہ ہو جن میں بٹ کوائن، ایتھریم کرپٹو کرنسیاں اور این ایف ٹی وغیرہ شامل ہیں) کی تجارت اور سرمایہ کاری کی حمایت نہیں کرتی ہیں، ریگولیٹرز کو ڈی فائی کو سختی سے کنٹرول کرنا چاہیے، لوگوں کو ڈی فائی ٹوکنز میں سرمایہ کاری کرنے سے روکنا چاہیے اور میڈیا مہمات کی حوصلہ شکنی کرنی چاہیے، یورپ کی میکا ریگولیشن کرپٹو اثاثوں کے تناظر میں ایسا ہی کرتی نظر آتی ہے، مزید برآں، ڈی فائی کا نظام ایک بے لگام نظام ہے جو کہ نتیجتاً دیوالیہ پن، دھوکہ بازی اور معاشی بدحالی کا باعث بنتا ہے۔

حقیقی اثاثوں پر مبنی معیشت اور تخیلاتی معیشت کے درمیان بہت زیادہ دوری پائی جاتی ہے، جس نے پہلے اپنے تباہ کن اثرات دکھائے تھے اور ڈی فائی کے ذریعے دوبارہ وہی ہو رہا ہے، اس لیے دنیا کو ڈی فائی سے باز رہنا چاہیے! ہم سپریم کورٹ آف پاکستان کے سود سے متعلق تاریخی فیصلے میں جسٹس (ر) حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے تحریر کردہ ایک اقتباس کا حوالہ دے کر اس مضمون کو ختم کرتے ہیں اور اپنے قارئین سے ڈی فائی کے تناظر میں غور کرنے کی درخواست کرتے ہیں:

> ''دُنیا کی پوری معیشت اس طرح ایک غبارہ کی شکل اختیار کر چکی ہے جو روز بروز ایسے نئے قرضوں اور تمویلی معاملات سے پھولتا جا رہا ہے، جس کا حقیقی معیشت سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ بڑا غبارہ بازار کے جھٹکوں Shocks کی زَد میں ہے اور کسی بھی وقت پھٹ سکتا ہے''۔

نوٹ: ''الحق'' کی خط وکتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے

مولانا محمد صابر حسین ندوی*

غزہ کے جیالے: عہد اولیں کے علمبردار

عہد اولیں کے اصحاب عزیمت اور اولوالعزم کے متعلق ہم نے پڑھا ہے کہ وہ خدائے عزوجل کے وہ چیدہ اور چنندہ بندے تھے؛ جنہوں نے بستروں پر اپنی کمر سیدھی نہ کی، وہ غزوات اور سرایا میں داد شجاعت دیتے رہے، گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہوکر اور ننگی تلوار ہاتھوں میں لے کر سمندروں اور صحراؤں کی خاک چھانی، دنیا کے کسی بھی خطہ میں ظلم ہو رہا ہو یا شرک و بدعت کا رواج ہو؛ وہاں تک اپنی رسائی ممکن کی، بھوک پیاس برداشت کی، دریا و صحرا کو عبور کیا اور ظالم کے سامنے چٹان کی طرح ڈٹ گئے، زبان کٹوا دی، گلہ تلوار کی نوک پر رکھ دیا، جسم پر تیر ونشتر کی بوچھاڑ کروا دی، رگوں سے خون کا ایک ایک قطرہ بہا دیا لیکن حق بولنے سے نہ چوکے، سر قلم کروا لیا لیکن کوئی خودسر انہیں سر خم کرنے پر مجبور نہ کر سکا، انہوں نے سورج کے اجالے میں ایسی بے دردی وشجاعت دکھلائی اور میدان کارزار میں اس بہادری سے ایڑ لگائی کہ گھوڑے کے ٹاپوں نے شب دیجوری کا سما باندھ دیا، اسلامی علم کبھی زمین سے نہ لگنے دیا، اپنے بازو سے ہاتھ دھو بیٹھے، کٹے ہوئے دست اور پھوارے مارتا خون بھی لیکن علم سینے سے چمٹائے رکھا، تعداد کی پرواہ نہ کی، ہزار کیا لاکھوں کو شکست فاش دی، ہر ایک تن تنہا پوری فوج پر غالب آجاتا تھا، انہیں دیکھ کر مدمقابل میں لرزہ طاری ہوجاتا تھا، رعشہ میں وہ اس طرح بھاگتے تھے کہ کچھ خبر نہ رہتی تھی

تاریخ کے صفحات الٹ کر دیکھئے اور غور سے پڑھیے آپ کو حرف حرف صادق نظر آئے گا اور شاید آپ یہ سوچنے پر مجبور ہوجائیں گے کہ کیا یہ واقعی ہوسکتا ہے؟ کیا سرفروشی، جہاد اور قربانی کا ایسا عظیم الشان ولولہ پایا جاسکتا ہے؟ اگر آپ کے دل میں یہ سوالات امنڈنے لگیں اور آپ ان کے جوابات کے متلاشی ہوں، ماضی کی داستان آنکھوں سے دیکھنا چاہتے ہوں، کتابوں کی باتوں کو زمین پر متحرک اور سرگرداں پانا چاہتے ہوں تو فلسطین کے نوجوانوں بالخصوص اس وقت غزہ پٹی کے جیالوں

---

* استاد حدیث وفقہ جامعہ ضیاء العلوم کنڈلور جھارکنڈ انڈیا

کی طرف دیکھئے! ان کی بہادری وشجاعت اور دلیری پر غور کیجئے! جنھوں نے اپنے خون جگر سے ایک چھوٹے سے قطعہ کی حفاظت کی خاطر لالہ زار کردیا ہے، اپنے ہاتھ، پاؤں اور جان کی قربانی پیش کردی ہے،ضعف ولاچاری کا گزر نہیں، بے کسی و بے بسی سے ان کا کوئی واسطہ نہیں، وہ تو صرف قبلہ اول کی حفاظت اور یہودی خباثت کو ملیا میٹ کرنا چاہتے ہیں، قدس کی حرمت بحال کرنا چاہتے ہیں، اسباب ووسائل پر ایمان رکھنے والوں اور دنیا کو دجالیت و شیطانیت کے حوالے کرنے والوں کو سبق سکھانا چاہتے ہیں، اسلام کی حقانیت، ابدیت اور اللہ تعالی کی محبت وعظمت بتلانا چاہتے ہیں۔

یااللہ! کیا ہی جوش اور ولولہ ہے، ہزاروں نعشوں میں کھڑے ہونے کے باوجود اسرائیلی توپوں اور ڈرون حملوں کا مقابلہ بے دریغ کئے جارہے ہیں، ساز وسامان کم ہیں لیکن دنیا کی عظیم ترین مسلح فوج اور ہتھیار کے مالکان کی نیندحرام کردی ہے، دنیا کو سوچنے پر مجبور کردیا ہے، ان کی صنف نازک بھی ہم میں موجود نام نہاد بہادروں پر سبقت لیتی جارہی ہیں، نقاب پوش ہتھیار اٹھائے ہوئے، ایمانی جوش و ولولہ کے ساتھ باطل کے دانت کھٹے کررہی ہیں، بچوں نے اپنے آپ کو ان کی سرحدوں پر رکھ دیا ہے، وہ انہیں شہید کررہے ہیں؛ لیکن پھر بھی یہ اپنی صفوں سے پیچھے نہیں ہٹتے، نہتے اور معصوم جانیں اللہ کی بارگاہ میں روزانہ حاضی ہورہی ہیں لیکن اس کے باوجود ان کے پاؤں متزلزل نہیں اور نہ ان کے جوش میں کوئی کمی ہے، ماؤں نے بھی ان کے سروں کو کفن باندھ دئے ہیں، باپوں نے جنازے کی تیاری کرلی ہے، اب صرف نعش کا انتظار ہے،اب وقت ادا ہے،اب خون جگر بہادینا ہے، اب دشمنان اسلام کے دیوٹھکانے لگا دینا ہے۔

دیکھو! اور خوب جی بھر کے دیکھو! عہد اولیں آج بھی زندہ ہے اور ہمیشہ رہے گا، وہ ان پاک روحوں کی سنت ہے، جسے خدا نے دوام دے رکھا ہے، آپ ہرصدی اور ہر زمانے میں ایسے جیالوں کو پائیں گے، جن کے سامنے خود کی ذات عبث معلوم ہوتی ہے، ان کی ہمت دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہونے لگتے ہیں، یہ کیسے لوگ ہیں جنہیں باطل کا خوف نہیں، اپنوں سے بچھڑ جانے کا ڈر نہیں، مادی نقصان کی فکر نہیں، اے فلسطینی مجاہدو! اے غزہ کے جیالو! ہمارا سلام لے لو اور سن لو! ہمارے جسم کا ہر روا تمہیں یاد کرتا رہتا ہے، ہماری فکریں، ہمارے کام، ہماری تمام مصروفیات میں تم سمائے ہوئے ہو، اعصاب وافکار پر تمہارا تصور چھایا ہوا ہے، ہم حرماں نصیبوں کا حال کیا بتائیں؟ وقت اور حالات ہمارے ساتھ نہیں، تمہاری قربانیاں دیکھتے ہیں اور ہم خموش تماشائی بنے رہتے ہیں مگر ہمارے جسم کا ایک ایک حصہ تمہارے حق میں دعا گو ہے اور ہر پل تمہارے ساتھ قربان جانے کو بیتاب ہے، ساتھ

ہی اپنی محرومی وکم نصیبی پر ماتم کناں بھی ہے، تم اقدام کرتے رہو، باطل کو تہہ و تیغ کردو، اب پیچھے دیکھنے کی ضرورت نہیں، تمہیں بزدلوں کی ضرورت نہیں، تمہیں اللہ کے سوا کسی کے سہارے کی حاجت نہیں، پڑوس نہ دیکھو، دور نہ دیکھو، اس رب کو دیکھو جو تم سے شہہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، پر ایک تمہارا ساتھ چھوڑ دے گا لیکن وہ رب تمہیں نہ چھوڑے گا، نصرت و فتح تمہارے ساتھ ہے، بلاشبہ ہم بھی ملیں گے، یہاں نہیں تو وہاں ملیں گے اور تمہاری پیشانی کو بوسہ دے کر گواہی دیں گے کہ تم نے حق ادا کردیا، تم نے امت کی جانب سے فرض کفایہ ادا کردیا، تم جاؤ تمہارے لئے جنت کے میوے اور اس کے باغات انتظار کررہے ہیں، تمہارے لئے ہی یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِيٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ کی خوشخبری ہے اور یقیناً تمہارے لئے رضی اللہ عنہ ورضوا عنہ کا مژدہ ہے۔

اسلام کے دشمنوں کو یہ جان لینا چاہئے کہ نہ ان کے لئے ماضی میں کوئی گنجائش تھی اور نا ہی مستقبل میں ہوگی، خدا نے ذلت ورذالت تمہارے حق میں مقدر کردی ہے، تم نے کبھی بھی وقار نہ پایا، وقتی طور پر کہیں قابض ہوجانا، اپنے شیطانی نظام کے سہارے اور دنیاوی خداؤں کا تکیہ کئے ہوئے کسی خطے پر جم جانا الگ بات ہے لیکن اس کو دوام نہیں، حق کی ایک معمولی آندھی بلکہ جھونکا اسے خس و خاشاک کی طرح اڑا کر رکھ دے گا، اگر چہ اس دفعہ تمہارا وجود کسی قدر طویل ہوگیا ہے لیکن ان شاء اللہ ایک صدی بھی پوری نہ کرسکے گا، ماضی کی طرح پھر کوئی اللہ کا مؤید اٹھے گا اور تمہیں تخت و تاراج کردے گا، بلاشبہ عزت و بلندی صرف اور صرف اسلام کا حصہ ہے، اگر وقتی طور پر تمہیں کامیابی نظر آتی ہے، تو سمجھ لو! یہ درحقیقت کامیابی کا اک سراب ہے، وہ تمہارے دماغ کا اک خلل ہے اور اسلام مخالف جنونیت کا اک باب ہے، تمہارے حق میں وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا کے سوا کچھ نہیں ہے، تمہارے لیے اس امت کا ایک ادنی بھی کافی ہے،

آخر بتاؤ! تمارے توپ اور جدید ہتھیاروں کے سامنے غزہ وفلسطین کی کیا حیثیت ہے؟ آخر بچے اور معصوم اور صنف نازک کی کیا اوقات ہے؟ لیکن دنیا دیکھ رہی ہے، چشم فلک اس پر گواہ ہے، کہ وہ بھی تم سے بڑھ کر ہیں، انہوں نے تمہاری نیند حرام کردی ہے، تمہارا جینا مشکل کردیا ہے، تمہارے بیرونی و اندرونی پالیسیوں پر سرد مہر لگادی ہے اور تمہیں اس آگ کے مثل کر دیا ہے، جو خود کو ہی جلائے اور جلاتا جائے، یہاں تک فنا ہوجائے۔

جناب شاہ نواز فاروقی
ایڈیٹر روزنامہ ''جسارت''

سرمایہ داری کا ابلاغی طوفان اور ڈوبتی انسانیت

آج گفتگو کی ابتدا ڈرا دینے والے اعداد و شمار سے کرتے ہیں، کیا آپ کو معلوم ہے جس دنیا میں آپ زندہ ہیں اس دنیا میں موسیقی کی عالمی صنعت بیس ارب ڈالر سالانہ کی صنعت ہے، اس دنیا میں فلم کی عالمی صنعت ۱۳۶/ارب ڈالر سالانہ کی صنعت ہے، اس دنیا میں کاسمیٹکس کی عالمی صنعت ۵۳۲ ارب ڈالر کی صنعت ہے اور ۲۰۲۴ء میں یہ صنعت ۸۶۳ارب ڈالر کی صنعت ہوگی، اس دنیا میں اشتہار بازی یا ایڈورٹائزنگ کی صنعت ۱۲۰۰ ارب ڈالر سالانہ کی صنعت ہے، اس دنیا میں فیشن کی عالمی صنعت ۲۰۰۴ ارب ڈالر سالانہ کی صنعت ہے، اس صورتِ حال کے کئی معنی ہیں۔

☆ اس صورتِ حال کا ایک مفہوم یہ ہے کہ سرمایہ داری کے پیدا کردہ ابلاغی طوفان نے ''ضرورت'' کو ''گالی'' اور ''تعیش'' کو ''مذہب'' بنا دیا ہے

☆ اس صورتِ حال کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ ''مصنوعی زندگی'' نے ''حقیقی زندگی'' کے تصور کو شکست دے دی ہے

☆ اس صورتِ حال کا تیسرا مفہوم یہ ہے کہ جدید ذرائع ابلاغ ایسا تفریحی اور صحافتی مواد تخلیق کر رہے ہیں جو ''خطِ شعور'' سے نیچے پڑا ہوا مواد ہے، یہ مواد ''خطِ علم'' سے نیچے پڑا ہوا مواد ہے، یہ مواد ''خطِ تہذیب'' سے نیچے پڑا ہوا مواد ہے، یہ مواد ''خطِ اخلاق'' سے نیچے پڑا ہوا مواد ہے۔

ہمارے یہاں Capitalism کا ترجمہ سرمایہ داری کیا جاتا ہے جو لغوی اعتبار سے درست مگر روحانی، اخلاقی اور تہذیبی اعتبار سے غلط ہے، روحانی، اخلاقی اور تہذیبی اعتبار سے Capitalism کا درست ترجمہ ''سرمایے کی پوجا'' اور اس سے بھی بہتر ترجمہ ''سرمایے کی خدائی'' ہے۔

ایک ایسی دنیا جس میں ہر سال اشتہار بازی پر 1200 ارب ڈالر صرف کئے جا رہے ہوں، اس دنیا میں اربوں انسانوں کا Manufactured Needs کے نرغے میں ہونا قرین قیاس ہے، وینس پیکارڈ کی کتاب The Hidden Persuaders کو اشتہار بازی کے فن کے حوالے سے کلاسیک کا درجہ حاصل ہے، اس کتاب کا دوسرا باب ایڈورٹائزنگ کے ممتاز جریدے Advertising Age میں شائع ہونے والے اس قول سے شروع ہوتا ہے:

In very few instances do people really know what they want, even when they say they do(The Hidden Persuaders Page-12)

اس فقرے کا مفہوم یہ ہے کہ اشتہار بازی کی اس دنیا میں موجود جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ انہیں معلوم ہے کہ وہ کیا چاہتے ہیں، انہیں بھی دراصل یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کیا چاہتے ہیں کیونکہ وہ بیچارے صرف وہ چاہتے ہیں جو اشتہارات انہیں ''چاہنے'' پر مائل یا مجبور کرتے ہیں، وینس پیکارڈ نے اپنی تصنیف The Hidden Persuaders میں عوام کی ''پسند'' اور ''عوام'' کے ''شعور'' کے تجزیے کے حوالے سے ایک تحقیقی ادارے کی دلچسپ مثال پیش کی ہے، انہوں نے لکھا ہے کہ ایک تحقیقی ادارے نے کپڑے دھونے والے نئے پاؤڈر کی مارکیٹنگ کے سلسلے میں ایک ہی طرح کا پاؤڈر تین مختلف رنگوں کے پیکیج میں پیش کیا اور خواتین سے کہا کہ وہ کپڑے دھوکر بتائیں کہ ان میں سے کون سا پاؤڈر بہتر ہے؟ ان میں سے ایک پیکیج پیلے، دوسرا نیلے اور تیسرا پیلے اور نیلے پیکیج میں تھا، خواتین نے کپڑے دھونے کے بعد بتایا کہ پیلے پیکیج والا پاؤڈر کپڑے گلا دیتا ہے، نیلے پیکیج کے پاؤڈر کے بارے میں انہوں نے کہا کہ اس سے کپڑوں کا میل صاف نہیں ہو پاتا، نیلے اور پیلے رنگوں کے پیکیج کے پاؤڈر کے بارے میں انہوں نے کہا کہ اس میں ایک اچھے پاؤڈر کی ساری خوبیاں موجود ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ تینوں پیکٹوں میں پاؤڈر ایک ہی تھا، صرف اس کی Packaging مختلف تھی چونکہ خواتین کو نیلے اور پیلے رنگ کی یکجائی اچھی لگی اس لئے انہوں نے ''صورت'' کو ''خوبی'' کا ہم معنی بنا دیا، یہ ہوتا ہے عوام کے ''شعور''، ان کے ''علم'' اور ''فہم'' کا حال، اشتہاری ادارے عوام کے اس شعور، علم اور فہم کو بخوبی سمجھتے ہیں اور وہ اپنی معلومات کو عوام کی رائے Manufacture کرنے کیلئے بروئے کار لاتے ہیں، اس تناظر میں دیکھا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ جس دنیا میں ۱۲۰۰ارب ڈالر سالانہ اشتہارات پر صرف ہو رہے ہوں اس دنیا میں عوام کی ''پسند'' کا حال کیا ہوگا؟ ایک بار ایک ایڈورٹائزر نے کہا تھا، ''ہم ''لپ اسٹک'' فروخت نہیں کرتے، ہم کسٹمرز کو ''خریدتے ہیں''۔

تجزیہ کیا جائے تو سرمایہ دارانہ نظام اس تصور پر کھڑا ہوا ہے کہ زیادہ سے زیادہ چیزیں صرف کرو تا کہ زیادہ سے زیادہ چیزیں پیدا ہوں اور سرمایہ دار زیادہ سے زیادہ سرمایہ اور زیادہ سے زیادہ منافع کما سکے، اس تناظر میں دیکھا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ مذہب انسان کو اللہ کا ''عارف'' دیکھنا چاہتا ہے اور سرمایہ داری انسان کو صرف ''صارف'' دیکھنا چاہتی ہے، مذہب میں جو مقام ''عارف'' کا ہے سرمایہ داری میں وہی مقام ''صارف'' کا ہے، دراصل صارف سرمایہ داری کا عارف ہے، اشتہار بازی اس عارف کے ''عرفان'' کو ساتویں آسمان پر پہنچانے کا اہتمام کرتی ہے، اس اعتبار سے دیکھا

جائے تو ۱۲۰۰/ارب ڈالر کی اشتہار بازی نے ہماری دنیا کو سرمایہ داری کے ''عارفوں'' سے بھر دیا ہے، اشتہار بازی کی وجہ سے پڑھے لکھے اور جاہل ہی نہیں، بچے تک ''عارف'' ہوگئے ہیں، بدقسمتی سے ''عارفوں'' کی اکثریت خواتین پر مشتمل ہے، اس کا ناقابلِ تردید ثبوت یہ ہے کہ فیشن کی عالمی صنعت ۲۰۰۴/ارب ڈالر سالانہ کی صنعت ہے، ہمارے زمانے تک آتے آتے عورت اور فیشن ہم معنی الفاظ بن گئے ہیں، فیشن عورت ہے اور عورت فیشن ہے، اس سلسلے میں مشرق و مغرب، شمال و جنوب، کمیونسٹ چین اور سرمایہ دار امریکہ، مسلم پاکستان اور یہودی اسرائیل کے درمیان کوئی فرق نہیں، ہماری روح، ہمارا علم اور ہمارا فہم Branded ہو یا نہ ہو، ہمارے کپڑے اور جوتے ضرور Branded ہوتے ہیں، Branded کپڑے اور جوتے پہننے میں کوئی برائی نہیں ہے اگر ہم اسے ''تہذیب'' اور ''انسانیت'' کی ''علامت'' بلکہ ''معراج'' نہ سمجھیں، حضرت عمرؓ نے ایک بار کہا تھا کہ ہماری عزت ہمارے لباس کی وجہ سے نہیں ''اسلام'' کی وجہ سے ہے مگر مسلمانوں کی عظیم اکثریت کیلئے اسلام میں کوئی عزت نہیں البتہ کپڑوں میں عزت کے دریا بہہ رہے ہیں۔

بلاشبہ ابلاغی طوفان اور اس کے مضمرات کو عالمی سطح پر بھی دیکھا اور دکھایا جاسکتا ہے مگر ہم اس طوفان کے دائرے کو وطنِ عزیز تک محدود کرکے اس کا جائزہ لیں گے، پاکستان کی فلم انڈسٹری بھارت کی طرح ''ترقی یافتہ'' نہیں ہے، چنانچہ ہمارے ملک میں ٹیلی ڈرامہ تفریح کا سب سے بڑا ذریعہ بن گیا ہے مگر پاکستان میں آزاد ٹیلی وژن چینلز کی آمد کے بعد ڈرامے کا کیا حال ہوا ہے؟ اس کا اندازہ ممتاز ڈرامہ نگار حسینہ معین کے اس انٹرویو سے بخوبی کیا جاسکتا ہے جس میں انہوں نے کہا تھا کہ ''اب پاکستان میں بننے والا ڈرامہ خاندان کے ساتھ بیٹھ کر نہیں دیکھا جاسکتا''، امجد اسلام امجد شاعر بھی ہیں اور ڈرامہ نگار بھی، انہوں نے روزنامہ جنگ کے سنڈے میگزین کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ''بیشتر ڈرامے طلاق، ازدواجی جھگڑوں، ناجائز تعلقات، کھلے بندوں فرینڈ شپ، ضرورت سے زیادہ آزاد، فیشن ایبل ماحول، اعلیٰ اخلاقی اقدار کی پامالی، خاندانی نظام کی زبوں حالی، اولاد کی سرکشی، انسانی رشتوں کی بدحالی جیسے موضوعات پر مبنی ہوتے ہیں، الغرض، بہن بھائیوں کیساتھ تو دور کی بات ہے، بعض ڈرامے میاں بیوی بھی اکٹھے بیٹھ کر نہیں دیکھ سکتے'' (جنگ سنڈے میگزین، ص ۹، ۲۴ نومبر ۲۰۱۹ء)

کچھ عرصہ قبل روزنامہ ڈان جیسے لبرل اخبار میں ملک کے چار معروف ڈرامہ نگاروں کے انٹرویوز شائع ہوئے، ان انٹرویوز میں ڈرامہ نگاروں نے کہا کہ پاکستان میں ڈرامے کو این جی اوز نے اغوا کرلیا ہے، اب این جی اوز طے کرتی ہیں کہ ڈرامہ کس موضوع پر لکھا جائے گا اور اس کے کردار کیسے ہوں گے؟ انہوں نے کہا کہ ڈرامے میں عورت کے دو کردار مقبول ہیں، ایک روتی پیٹتی

آنسو بہاتی ہوئی عورت یا پھر لبرل عورت، ایک ڈرامہ نگار نے ''انکشاف'' کیا کہ میرے ڈرامے میں ایک کردار ''مثبت'' تھا، چنانچہ ڈرامے کے ڈائریکٹر نے مجھ سے تقاضا کیا کہ اس مثبت کردار کو بھی ''منفی'' بنایا جائے یعنی ناظرین کو پیغام دیا جائے کہ دنیا میں کہیں خیر اور نیکی موجود نہیں، دنیا کے تمام انسان شیطان بن چکے ہیں، ایک ڈرامہ نگار نے شکایت کی کہ میں نے ایک تاریخی ڈرامہ لکھا مگر اسے پروڈیوس کرنے کیلئے کوئی سرمایہ مہیا کرنے والا نہ ملا۔

کتنی عجیب بات ہے کہ مغرب کے زیر اثر ایک طرف تو معاشرے میں نسائیت، عورت پرستی یا Feminism کی تحریک چل رہی ہے مگر دوسری طرف عورت کو ڈرامے میں حقیر بنا کر پیش کیا جارہا ہے، آخر ہمارے چینلز عورت کو ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کے حوالے سے ''مثالی کردار'' بنا کر کیوں پیش نہیں کرتے؟ ہمارے معاشرے میں عورت شاعر ہے، ادیب ہے، صحافی ہے، استاد ہے، ڈاکٹر ہے، انجینئر ہے مگر عورت کو ان میں سے کسی کردار میں پیش نہیں کیا جارہا، جہاں تک اشتہاری صنعت کا تعلق ہے تو وہ عورت کا چہرہ فروخت کر رہی ہے، اس کا حسن فروخت کر رہی ہے، اس کی مسکراہٹ فروخت کر رہی ہے، اس کی ادائیں فروخت کر رہی ہے، اس کے جنسی اعضا کو فروخت کر رہی ہے، اس بھیانک جرم میں مصنوعات پیدا کرنے والے، اشتہار تیار کرنے والے اور اشتہارات کو نشر اور شائع کرنے والے برابر کے شریک ہیں، یہ زیادہ پرانی بات نہیں کہ بھارت کی سیکولر اداکارہ شبانہ اعظمی نے کہا تھا کہ فلموں میں آئٹم سانگ عورت کی تذلیل کے سوا کچھ نہیں، بھارت کی ایک اور اداکارہ کنگانا رناوت نے کہا کہ وہ ہرگز نہیں چاہے گی کہ اس کی بیٹی آئٹم سانگ دیکھے مگر پاکستانی فلموں میں بھارت کی فلموں کی نقالی کرتے ہوئے آئٹم سانگ شامل کئے جارہے ہیں۔

عجیب بات یہ ہے کہ اس صورت حال پر علماء بھی خاموش ہیں، دانشوروں نے بھی چپ کا روزہ رکھا ہوا ہے، سیاسی و مذہبی جماعتوں کے بھی اس سلسلے میں لب سلے ہوئے ہیں اور پاکستان کے ''غیور عوام'' بھی اس سلسلے میں ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کی تصویر بنے ہوئے ہیں حالانکہ قرآن میں مسلمانوں کو نیکی کی تبلیغ اور برائی کی مزاحمت کی ہدایت کی گئی ہے، رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے ''برائی کو ہاتھ سے روک دو، یا کم از کم اس کے خلاف زبان سے جہاد کرو، یہ بھی ممکن نہ ہو تو اسے دل میں برا خیال کرو مگر یہ ایمان کا سب سے پست درجہ ہے'' بدقسمتی سے ذرائع ابلاغ کا ابلاغی طوفان ہمارے مذہب، ہمارے اخلاق، ہماری اقدار، ہماری تہذیب اور ہماری معاشرت کے پرخچے اڑا رہا ہے مگر معاشرے کے تمام ''حساس طبقات'' اندھے، بہرے اور گونگے بنے ہوئے ہیں، ہمیں ایک ممتاز عالمِ دین نے فون کرکے بتایا کہ انہوں نے ہمارا کالم پڑھ کر ایک اور ممتاز عالمِ دین سے کہا کہ آیئے! ہم

اس صورتِ حال پر مشتر کہ پریس کانفرنس کر ڈالیں مگران عالمِ دین نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔

ممکن ہے آپ موسیقی نہ سنتے ہوں مگر پاکستان میں دس پندرہ کروڑ لوگ موسیقی سنتے ہیں، برصغیر میں موسیقی سننے والوں کی تعداد ستر، اّسی کروڑ ہوگی اور دنیا میں کم از کم پانچ ارب انسان موسیقی سنتے ہیں چنانچہ اس تناظر میں یہ سوال اہم ہو جاتا ہے کہ جدید موسیقی انسانوں کی شخصیت، فکر، نفسیات اور جذبات پر کیسے اثرات مرتب کر رہی ہے اور انہیں کیسا انسان بنا رہی ہے؟ ہندو ازم میں موسیقی مذہب کا حصہ ہے، ہندو ازم میں موسیقی کا تصور یہ ہے کہ جب انسانوں کی روحانی قوت زوال پذیر ہوگئی اور اپنی روحانی قوت کی بنیاد پر برہما یعنی خالقِ کائنات سے تعلق پیدا کرنے کے قابل نہ رہے تو خالقِ کائنات نے ان کی مدد کیلئے موسیقی پیدا کی یعنی ہندوازم میں موسیقی وہ سیڑھی ہے جس کے ذریعے انسان خدا کے قریب ہوتا ہے، اس کے باوجود جب ہندوستان کی ممتاز گلوکارہ لتا منگیشکر سے پوچھا گیا کہ کیا آپ جدید موسیقی سنتی ہیں؟ تو انہوں نے اس کا جواب نفی میں دیا اور کہا کہ ''جدید موسیقی میں کچھ بھی سننے کے لائق نہیں ہوتا'' بعض مغربی محققین کے مطابق راک اینڈ رول موسیقی شیطانی اثرات کی حامل ہے اور انسانوں میں خدا کے خلاف بغاوت کا جذبہ پیدا کرتی ہے، ایک مغربی گلوکار Marilyn Manson کے مطابق ''جو شخص میری البم اینٹی کرائسٹ سپر اسٹار سنتا ہے اُس کے ذہن میں خدا کا تصور نیست و نابود ہوجاتا ہے'' اینڈریو یونیورسٹی کے پروفیسر آف تھیولوجی سیموئل بچوچی کے مطابق راک اینڈ رول موسیقی جنسی جذبات کو بھڑکاتی ہے اور سامعین میں غیر ذمے دارانہ رویوں کو پروان چڑھاتی ہے، ہپ ہاپ موسیقی میں پُر تشدد خیالات و جذبات کا بیان بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے، یہ موسیقی مادیت پرستی سکھاتی ہے، ہپ ہاپ ٹائپ گیتوں میں گالیوں کی بھرمار ہوتی ہے اور اس موسیقی میں عورت کو Sex object کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، بھارت کی فلمی صنعت نے فلمی موسیقی کی ایک بڑی روایت تخلیق کی ہے، اس روایت میں ہزاروں رومانوی گیت بھی ہیں چونکہ ان تمام گیتوں کی پشت پر اردو غزل کی عظیم الشان روایت کھڑی ہے اس لیے ان گیتوں میں موجود رومانویت ''انسانی'' محسوس ہوتی ہے، ساحر لدھیانوی کا لکھا ہوا ایک گیت ہے:

چہرے پہ خوشی چھا جاتی ہے　　آنکھوں میں سرور آجاتا ہے
جب تم مجھے اپنا کہتے ہو　　اپنے پہ غرور آجاتا ہے
تم حسن کی خود ایک مورت ہو　　شاید یہ تمہیں معلوم نہیں
محفل میں تمہارے آنے سے　　ہر چیز پہ نور آ جاتا ہے
چہرے پہ خوشی چھا جاتی ہے　　ہم پاس سے تم کو کیا دیکھیں

تم جب بھی مقابل آتے ہو بیتاب نگاہوں کے آگے
پردہ سا ضرور آ جاتا ہے چہرے پہ خوشی چھا جاتی ہے
جب تم سے محبت کی ہم نے تب جا کے کہیں یہ راز کھلا
مرنے کا سلیقہ آتے ہی جینے کا شعور آ جاتا ہے

اب آپ پاکستان کے ایک بینڈ ''اسٹرنگز'' کا گایا ہوا گیت ملاحظہ فرمائیے۔

اک دن میں اُڑ جاؤں ...... بہتے بادلوں میں کھو جاؤں...... چاہا ہے، چاہا ہے، چاہا ہے، چاہا ہے......
ہوں اک دن میں اُڑ جاؤں ...... نیلی وادیوں میں کھو جاؤں ...... چاہا ہے، چاہا ہے، چاہا ہے
ہوں باندھی ہے دل سے......اک انجانی سی ڈور...... کھینچتی ہے مجھ کو......نہ جانے کس کی اور
کھول کے کھڑکی......آج میں اُڑ جاؤں ......اُڑ جاؤں ......چاہا ہے، چاہا ہے، اُڑ جاؤں
چاہا ہے، چاہا ہے، چاہا ہے......چاہا ہے، چاہا ہے، ہوں

یہ ''جدید گیت'' انور مقصود کے فرزندار جمند بلال مقصود کا لکھا ہوا ہے، جیسا کہ ظاہر ہے، اس گیت میں نہ شاعری ہے، نہ وزن ہے، نہ بحر ہے، نہ آہنگ ہے، نہ معنی ہیں، یہ سارے ''عیب'' ہی جدید موسیقی اور اس سے پیدا ہونے والی شاعری کا ''ہنر'' ہیں، اب آپ امریکی گلوکارہ آریانہ گرانڈے، مائلی سائرس اور لانا ڈیلولے کا ایک گیت اور اسکا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے: گیت کا عنوان ہے

Dont Call me angle······Boy, don't call me angle······you aint got me right······Don't call me angle······You can't pay my price······ Ain't from no Heaven······Yeah, you head me right······Even though you know we fly······Don't call me angel······uh, don't call me angel when I'm a mess······you know I, I don't like that, boy······ uh, I make my money, and I write the cheques······so say my name with a little respect······ All my girls successful, and you're just our guest.

''لڑکے مجھے فرشتہ مت کہو......تم مجھے ٹھیک سے سمجھتے نہیں ہو...... مجھے فرشتہ مت کہو......تم میری قیمت نہیں دے سکتے......میں کسی جنت سے نہیں آئی......ہاں تم نے مجھے ٹھیک سنا......حالانکہ تمہیں پتا ہے......ہم اُڑتے ہیں...... مجھے فرشتہ مت کہو......اف، مجھے فرشتہ مت کہو...... جب میں بکھری ہوئی ہوں...... تمہیں پتا ہے مجھے، مجھے یہ پسند نہیں ہے لڑکے......آہ، میں پیسے کماتی ہوں، چیکس لکھتی ہوں...... چنانچہ میرا نام عزت کیساتھ لو......میری ساری سہیلیاں کامیاب ہیں......اور تم صرف ہمارے مہمان ہو

تجزیہ کیا جائے تو ان گیتوں کا فرق ''دو دنیاؤں'' کا فرق ہے، معانی کے دو سلسلوں کا فرق

ہے، اس فرق سے، موسیقی بھی بدل کر کچھ سے کچھ ہوگئی ہے، اہم بات یہ ہے کہ جدید تباہ کن موسیقی اربوں لوگ سن اور جذب کر رہے ہیں، قائداعظم نے کہا تھا کہ صحافت اور قوموں کا عروج و زوال ایک ساتھ ہوتا ہے، بدقسمتی سے جس طرح ہماری سیاست ''پالتو'' ہے، اسی طرح ہماری صحافت بھی ''پالتو'' ہوچکی ہے، پاکستان اسلام کے نام پر وجود میں آیا مگر اسلام، اسلامی تہذیب، اسلامی تاریخ اور اسلامی اقدار ہماری صحافت کے ایجنڈے میں شامل ہی نہیں ہیں، پاکستان ایک نظریاتی ریاست ہے مگر ہماری صحافت کا کوئی نظریہ ہی نہیں ہے، علم قرآن کا حکم اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ورثہ ہے مگر ہماری صحافت نے کبھی معاشرے میں علم کے فروغ کے لئے کچھ کیا ہی نہیں، اسلامی معاشرہ خدا کے سوا کسی کے سامنے سر نہیں جھکاتا مگر ہماری صحافت اسٹیبلشمنٹ کے آگے سر جھکائے کھڑی رہتی ہے، صحافت اپنی اصل میں ایک ''مشن'' ہے مگر ذرائع ابلاغ کے مالکان نے اسے ''کاروبار'' بنا دیا ہے، اسلامی معاشرے کے ذرائع ابلاغ کو عورت کا محافظ ہونا چاہیے مگر ہمارے ذرائع ابلاغ عورت کا حسن و جمال فروخت کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور ایک ''ابلاغی کوٹھے'' کا منظر پیش کر رہے ہیں۔

دنیا بھر میں ٹاک شوز ''شعور'' کو عام کرنے میں لگے ہوئے ہیں مگر ہمارے ہر ٹاک شو میں انسانوں کو مرغوں کی طرح لڑایا جاتا ہے، علم، ادب، فلسفہ، تاریخ اور تہذیب کبھی ہمارے ٹاک شوز میں زیر بحث نہیں آتے، ہمارے ٹاک شوز قوم کو سیاست کھلا رہے ہیں، سیاست پلا رہے ہیں، سیاست پہنا رہے ہیں، اس پر غضب یہ ہے کہ سیاسی موضوعات کبھی علمی تناظر میں زیر بحث نہیں آتے، کچھ عرصہ قبل سپریم کورٹ نے بحریہ ٹاؤن کے مالک ملک ریاض کو مجرم قرار دے کر ان پر ۴۶۰ ارب روپے کا جرمانہ کیا مگر ہمارے بڑے بڑے اخبارات اور بڑے بڑے چینلز نے جرمانے کی خبر شائع اور نشر کرنے کی بھی ضرورت محسوس نہیں کی، ذرائع ابلاغ چیختے ہیں کہ انکے گلے پر حکمرانوں نے سنسر کی چھری رکھی ہوئی ہے مگر جنگ، دنیا اور روزنامہ ایکسپریس جیسے اخبارات نے ملک ریاض پر جرمانے کی خبر کو شائع نہ کرکے ثابت کیا کہ وہ خود Self Censor کے جرم کا ارتکاب کرنے والے ہیں، یہ حقیقت عیاں ہے کہ Self Censor حکومت کے سنسر سے کہیں زیادہ خوفناک اور بدصورت ہوتا ہے۔

مذہبی شعور اپنی اصل میں ''حاکم شعور'' ہے مگر ہمارے معاشرے میں اس شعور کا یہ حال ہے کہ وہ مغرب اور اس کے آلہء کاروں کی تخلیق کی ہوئی دنیا کو بدلنے کی کوشش کے بجائے اِس دنیا میں خود کو Adjust کرنے کی تگ و دو کر رہا ہے، وہ شعور جو دنیا کو بدلنے کے لئے ہے، دنیا اسے بدل رہی ہے، وہ شعور جو دنیا کو اپنے جیسا بنانے کے لئے ہے، دنیا اسے اپنے جیسا بنا رہی ہے، وہ شعور جو حکمرانی کا حق دار ہے، مغرب اور اُس کے آلہء کاروں کی دنیا میں چپڑاسی اور کلرک بن جانے کو زندگی کی معراج سمجھ رہا ہے۔

مولانا مفتی ذاکر حسن نعمانی
استاد تخصص جامعہ دارالعلوم حقانیہ

مرعوب، غلام اور مجبور امتِ مسلمہ

امت مسلمہ اور تمام اسلامی ممالک اس وقت امت کفریہ سے مجبور اور مرعوب نظر آرہے ہیں بلکہ مغرب اور یورپ کی مکمل غلامی میں جکڑے ہوئے ہیں، زندگی کے ہر شعبہ اور میدان پر کفار (یورپ وامریکہ) کا قبضہ ہے، مسلمان ان سے اتنے مرعوب اور مجبور ہیں کہ زندگی کے تمام میدانوں میں کفار کی مکمل نقل، اطاعت اور تابعداری کررہے ہیں، جس طرح ایک دیندار، نیک، متبع سنت اپنی پوری زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت وسیرت کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے، ہمارے لیے نمونہ زندگی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے لیکن آج بدقسمتی سے امریکہ اور یورپ ہمارے لیے نمونہ بن گئے ہیں جو انتہائی برے نمونے ہیں، ایسے مسلمان بھی ہیں جو مجبوری اور مرعوبیت سے ہٹ کر ان کو پسند بھی کرتے ہیں، جس کی وجہ آخرت کا کمزور تصور ہے یا دنیا کی محبت ہے۔ مسلمانوں کی تو پوری زندگی عقیدہ اور نظریہ سے لے کر چھوٹے سے چھوٹے عمل تک کفار اور اغیار سے جدا ہے، مسلمانوں کی اپنی ایک الگ صورت اور سیرت ہے جو مسلمان کی پہچان ہے۔

غالب اسلام اور مغلوب مسلمان

اسلام تو ہر لحاظ سے غالب ہے، قرآن وحدیث جیسا حق، سچ اور بہترین دنیا وآخرت کی رہنمائی والا علم ہمارے ساتھ موجود ہے، جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں کرسکتی، مذہب اسلام کے غلبہ کو تو ہر ایک تسلیم کرتا ہے، یہ الگ بات ہے کہ حسد، عناد یا جہل کی بنیاد پر اسلام کو تسلیم نہیں کرتے لیکن اسلام کا تعلق تو انسانی نظریات اور کردار کے ساتھ ہے۔ جس کا نظریہ اور کردار اسلامی ہوگا، یہ صحیح اور غالب مسلمان ہوگا، کفار کی سرتوڑ کوشش ہے کہ اپنے نظریات اور تہذیب کو غالب کریں، کتنے مسلمان ہیں جنہوں نے کفار کے نظریات اور کردار کو اپنا لیا ہے، کتنے مسلمان بچے ہیں جو اتنی تنگ پتلون پہنتے ہیں کہ میں سوچتا ہوں کہ اس تنگ پتلوں میں پاؤں کیسے داخل کیے ہیں، گویا کہ ٹانگوں کو کوئی رنگین کھال چڑھادی ہے، بالوں کے بے شمار اسٹائل اور فیشن اپنا لیے ہیں۔ ڈاڑھی میں مختلف

ڈیزائن بنارہے ہیں ،کھانا بائیں ہاتھ سے اور کھڑے ہوکر کھانا عام رواج بن گیا ہے حالانکہ کھڑے ہوکر کھانا تمام حیوانات کا اسٹائل اورطریقہ ہے، لباس کے بے شمار فیشن والے ڈیزائن وجود میں آ گئے ہیں، ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ بات آئے کہ اس سے کیااثر پڑتا ہے تو عرض یہ کہ ظاہر کا باطن یعنی سوچ ونظریہ پر بڑا زبردست اثر پڑتا ہے، پولیس افسر، فوجی افسر اور جنرل کی وردی کا خود اس پر اورلوگوں پر کتنا اثر پڑتا ہے، فوجی جنرل جب اپنی وردی پہنتا ہے اس سے پوچھو باطن کی کیا کیفیت ہے اور دماغ کے نشہ کی کیا حالت ہے، مختلف قسم کے کپڑے اورلباس پہننا کا مقصد بھی اپنے باطن کی تابعداری اوراس کوخوش کرنا ہوتا ہے، اگر لباس کی اہمیت نہیں تو فوجی عام کپڑوں میں کیوں نہیں پھرتا، بے وردی پولیس والے سے لوگ کیوں نہیں ڈرتے ،سکھ اپنا لباس کیوں نہیں چھوڑتا۔

کفار کی صورت اورسیرت سے لوگ اتنے مرعوب ہوچکے ہیں کہ بعض مسلمان کہتے ہیں کہ کیااسلام صرف لباس میں ہے، کیااسلام صرف ڈاڑھی میں ہے، کیااسلام صرف مسواک کرنے اور پائنچے چڑھانے کا نام ہے ۔کوئی کہتا ہے کہ اسلام صرف نماز اورروزہ کا نام ہے ، اخلاق بھی تو کوئی چیز ہے ، ایسی باتیں کرنااورسوچنا تو اسلامی احکامات کا مذاق اڑانا ہے یوں کیوں نہیں کہتے کہ یہ ہماری کمزوری ہے، اللہ تعالیٰ معاف کرے۔

دیگر غیر اسلامی شعبے

اسلامی سیاست پر بے لگام اورآزاد جمہوریت نے قبضہ کرلیاہے، کفار کی مادر پدر آزاد جمہوریت کے خلاف بولنا کفر ہے، ہماری تعلیم اورتعلیمی نظام ونصاب ان کی مرضی کے مطابق ہے ، ہماری معیشت ان کی اتباع میں سودی بن گئی ہے ۔عدالتی نظام اورقوانین ان کے ہیں ،حکومت میں ان کی نقالی ہے، ہمارے پاس ہے کیا، اپنا کچھ بھی باقی نہیں رہا، سب کچھ اغیار اورکفار کا ہے ،اسلام آخر کس مرض کی دوا ہے؟

اسلام پر حملہ

کفار صرف اپنے نظریات اورتہذیب کوغالب کرنے کی کوشش نہیں کررہے بلکہ اسلامی نظریات، اسلامی اخلاق اوراسلامی اعمال پر نفسیاتی حملے اوراعتراضات کررہے ہیں جن کے پیچھے خطرناک فلسفہ اورپلیننگ ہوتی ہے، بعض سادہ لوح اہل علم اس کو اسلام پر اعتراض سمجھ کر جوابات دیناشروع کردیتے ہیں ،مثلاً جہاد کوختم کرنے کے لیے یہ شوشہ چھوڑ دیا کہ کیااسلام تلوار سے پھیلا ہے

کئی اسلامی اسکالروں نے ثابت کردیا کہ اسلام تلوار سے نہیں بلکہ اخلاق سے پھیلا ہے۔

جواب اپنی جگہ ٹھیک ہے یاغلط اس کی بات نہیں کررہا لیکن کفار اس جواب کے بدلے میں کہتے ہیں کہ پھر جہاد میں لوگوں کا خون کیوں بہاتے ہو، یہ جواب دینے والے جہاد کا فلسفہ بیان کرنا شروع کردیتے ہیں، اسی طرح اسلامی جڑیں اور بنیادیں کمزور کرنے کیلئے شوشہ چھوڑ دیا کہ مسلمان شدت پسند اور بنیاد پرست ہے ، لوگوں نے روشن خیالی کیساتھ جواب دیا کہ نہیں ہم روشن خیال ہیں،سوال یہ ہے کہ کیا کسی ادارہ کے قوانین کی سوفیصد پابندی شدت پسندی اور بنیاد پرستی ہے، کیا کوئی فوجی فوج میں رہتے ہوئے روشن خیالی کا اظہار کرسکتا ہے؟ پھر وہ تو پورے فوجی قوانین اورفوج کا بیڑہ غرق کردے گا، کیا اسلام صرف ایک ایسا ادارہ اورمحکمہ ہے جس میں ہرنظریہ اورطریقہ چل سکتا ہے؟

سب سے خطرناک الزام جومسلمانوں پر عائد کیا ہے وہ دہشت گردی کا ہے، بعض نے جواب دیا کہ ہاں مسلمان دہشت گرد ہیں ''ترهبون به عدو الله ''آیت سنا دی ،کہ ارہاب کے معنی دہشت گرد ہے، حالانکہ دہشت گردی ایک خطرناک اور ڈراؤنی تعبیر ہے، کیا غاصب سے حق لینے کے لیے یا ظالم کومزہ چکانے کے لیے قوانین کے تحت کوئی کارروائی دہشت گردی ہے۔ دہشت گردی کے لفظ سے فوراً ذہن میں جو بات آتی ہے وہ یہ ہے کہ بلاوجہ مظلوم لوگوں کے جان ومال کے درپے ہوگئے ہیں ، حالانکہ اپنے ہرقسم کے حقوق کے دفاع اورحصول کے لیے لڑی گئیں جنگوں سے اسلامی تاریخ بھری پڑی ہے۔خود کفار کی آپس میں کئی جنگیں ہوئی ہیں۔

جرمنی کے ہٹلر نے کتنے یہودیوں کوقتل کیا ہے، امریکہ نے مختلف مسلم ممالک کے مجاہدین پر دہشت گردی کا الزام لگایاہے، افغان مجاہدین جب روس کے خلاف لڑرہے تھے اورلڑایا بھی امریکہ نے تھا،تواس وقت وہ مجاہدین تھے لیکن جب امریکہ ان کا مخالف ہوگیا حالانکہ مجاہدین نے مخالفت میں پہل نہیں کی تھی، پھر وہی مجاہد دہشت گرد بن گئے، حالانکہ یہ دہشت گرد (مجاہدین) اپنے اپنے ملک میں اپنے دین ومذہب اورملک وقوم کی دفاع اور بقاء کی جنگ لڑرہے ہیں اور جنگ بھی اس کے ساتھ لڑرہے ہیں جوہزاروں میل دور آکر ان کے گھر میں بدمعاشی اوردہشت گردی کررہا تھا۔ ان دہشت گردوں (مجاہدین) میں سے توکوئی امریکہ نہیں گیا کہ ان کے گھر اوروطن میں ان کو مارنا شروع کردیا تھا بلکہ یہ امریکی فوج خودان دہشت گردوں (مجاہدین) کے ہاں تشریف لائی تھی۔

اب سوال یہ ہے کہ مجاہدین پر دہشت گردی کا لیبل کیوں لگاتے ہیں؟ جواب یہ ہے کہ دنیا کو یہ باور کرانے کے لیے کہ یہ مجاہدین ظالم ہیں بلاوجہ لوگوں کا خون بہارہے ہیں اوریوں دنیا کوان

سے خطرہ ہے، لہٰذا ان کا مقابلہ پوری دنیا کو خاص کر کفری دنیا کو کرنا چاہیے اوران کے خلاف ہرقسم کا خطرناک اسلحہ بنانا اوراستعمال کرنا چاہیے۔ پھران کفار کی غلط کارروائی کو کوئی غلط کارروائی نہیں کہے گا، جس کی وجہ سے کفار نے نیٹو کے نام سے فوج بنائی اور بھیجی اور ہرقسم کی فوجی کارروائیاں کیں، خطرناک اسلحہ استعمال کیا۔

فلسطین کے مظلوم اور نہتے مسلمانوں میں لڑنے کی قدرت اورطاقت پیدا ہوئی، جنہوں نے امت مسلمہ کے سابق قبلہ ''بیت المقدس'' اسلامی ورثہ کوقابض یہود کے چنگل سے آزاد کرانے کے لیے حملہ کیا اورامریکہ سمیت تمام کفاران کے خلاف ہوگئے اور یہود کا ساتھ دینا شروع کردیا۔جس کی وجہ سے یہود نے فلسطین میں بے گناہ مسلمانوں پر شہادت کا میدان گرم کردیا۔ امریکہ اس بات پر تلاہوا ہے کہ ان مجاہدین پر دہشت گردی کا لیبل چسپاں کردے تاکہ ایک بار پھر کفری دنیا کو یکجا کرکے حماس اورفسلطین پر حملہ کردے اوردنیا میں کسی کواعتراض کرنے کی گنجائش نہ رہے۔اس لیے کہ دہشت گرد پوری دنیا کا دشمن ہے۔

تبلیغ اورجہاد سے کفار کا علاج

ایک جملہ ہے پتہ نہیں کس نے کہا اور کیوں کہا لیکن ہے غلط، اپنا مسلک چھوڑو نہیں دوسروں کا مسلک چھیڑو نہیں۔یہ نعرہ تبلیغ اور جہاد کے خلاف سازش ہے، اگراس نعرہ پر بالفرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم اورصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عمل کرتے تو پوری دنیا میں اسلام کیسے پھیلتا، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوراسلام نے ایک خاص حکمت عملی کے تحت کفراور جہالت کودعوت وتبلیغ کی شکل میں چھیڑا ہے اور پھر جہاد کے ذریعہ کفر کی شان وشوکت کوتوڑ کر اسلام کے غلبہ کا جھنڈا بلند کیا ہے۔ سنا ہے کہ حضرت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ فرمایا کرتے تھے جو چھیڑے اس کو چھوڑو نہیں۔ آج پوری دنیا کو امریکہ ایک حکمت عملی کے ساتھ چھیڑ رہا ہے اورمرعوب ومجبور عالم اسلام خاموش تماشائی ہے کسی میں جواب دہی کی ہمت اور جرأت نہیں، سنا ہے کہ تبلیغی جماعت والے کہتے ہیں ''چھوڑو بھی نہیں اورچھیڑو بھی نہیں''، یعنی حکمت عملی کے ساتھ دعوت وتبلیغ کا کام کرو، جہاد کے لیے مرکز اورجمعیت شرط ہے، مسلمانوں کے ساتھ اسلامی ممالک کی شکل میں اپنے اپنے مراکز ہیں، بری، بحری اورفضائی افواج اورعوامی طاقت کی جمعیت بھی ہے، دوسری طرف کفار اورامریکہ کے مظالم عروج پر ہیں، تمام اسلامی ممالک کو چاہیے کہ اتفاق اوراپنی خاص حکمت عملی کے ساتھ امریکہ کو کوئی منہ توڑ جواب دیں، کفار کا ایک آسان علاج یہ ہے کہ کفری ممالک میں بسنے والے تمام مسلمان اپنی صورت اورسیرت

اسلامی بنادیں، یہ حال کی تبلیغ ہے، اسلام اتنا پیارا اور پُرکشش مذہب ہے کہ کفار اس کی طرف کھنچتے ہوئے آئیں گے لیکن بدقسمتی ہے کہ کفری ممالک میں بسنے والے بیشمار مسلمانوں کی صورت اور سیرت کفار جیسی ہوگئی ہے، کفار کا اصلی علاج تبلیغ اور جہاد ہے۔

فی الحال مسلمان کیا کریں

(۱) اسلامی دعوت وتبلیغ کو اپنے قول وعمل کے ساتھ پوری دنیا میں عام کریں۔

(۲) ہر قسم کے انفرادی اور اجتماعی گناہوں سے توبہ کریں۔

(۳) انفرادی اور اجتماعی دعاؤں کا خوب اہتمام کریں۔

(۴) دنیا بھر کے مجاہدین خاص کر فلسطین کے مجاہدین کی اپنے بس کے مطابق امداد کریں۔

(۵) آئندہ کے لیے یہودی کمپنیوں کی فرنچائز نہ خریدیں۔

(۶) ان کی کمپنیوں سے خریداری بند کریں۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کھدر کا کپڑا پہنتے تھے انگریزوں کی مصنوعات نہیں خریدتے تھے۔

(۷) اسلامی بینکاری اور تکافل کو فروغ دیں تاکہ سودی منصوبے ختم ہوجائیں، مضبوط معیشت کے لیے سود کو ختم کرنا ہوگا، یہود سے زیادہ سود نے تباہی مچا رکھی ہے۔ آئی، ایم، ایف کے سودی قرضوں نے اسلامی ممالک کی معیشت کی کمر توڑ دی ہے۔

(۸) اپنے ہر شعبہ زندگی حکومت، سیاست، معیشت، عدالت، وکالت وغیرہ میں اسلامی احکامات کو زندہ کریں۔

(۹) اسلامی ممالک کے قابل اور لائق افراد جو کفری ممالک میں صرف پیسہ کی خاطر ان کے مختلف میدانوں میں ان کی خدمت کر رہے ہیں ان کو چاہیے کہ قربانی دے کر اپنے ملک کی خدمت کریں اور حکومت کو بھی چاہیے کہ ان کی قدر کرے۔

(۱۰) باہر کے بینکوں میں رکھی ہوئی دولت کو کسی طرح واپس لانے کی کوشش کریں۔

(۱۱) مسلمانوں کے تھنک ٹینکس ہونے چاہئیں۔

(۱۲) عالم اسلام کی مشترکہ کرنسی بھی ہونی چاہیے۔

صاحبزادہ عبدالحق ثانی

دارالعلوم کے شب وروز

حضرت مہتمم مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ کی مصروفیات

۲۳ نومبر: بنوں،صوابی، پشاور،مردان کے علمائے کرام وائمہ مساجد کے وفود دارالعلوم تشریف لائے اور حضرت مہتمم شیخ الحدیث مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ سے ملاقاتیں کیں ۔

۲۴۔۲۵ نومبر: فضلائے کرام ضلع ہنگو ،چارسدہ اور لاہور سے آئے ہوئے مہمانوں نے حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی،اسی طرح دوسرے دن ضلع اٹک اور حضرو سے علمائے کرام وفضلاء نے دارالعلوم کا دورہ کیا اور حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی۔

۲۶/۲۷ نومبر: ضلع سوات،راولپنڈی ،نوشہرہ و جہانگیرہ کے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے علمائے کرام کے وفود نے حضرت مہتمم صاحب سے ملاقاتیں کیں۔اسی طرح دارالعلوم ٹل ضلع ہنگو کے شیخ الحدیث حضرت مولانا معزالحق صاحبؒ کے دورہ حدیث کے طلبائے کرام نے حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی اور انہیں اجازت حدیث سے بھی نوازا۔۳۰ نومبر: شیخ القرآن مولانا شیخ غلام اللہ خان کے فرزند مولانا اشرف علی حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔

یکم دسمبر: افریقی ملک الجزائر اور پنجاب وصوبہ کے پی کے مختلف علاقوں سے تبلیغی جماعت اور دیگر وفود دارالعلوم تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب مدظلہ سے ملاقات کی

۲ دسمبر: جامعہ قرطبہ کراچی کے مہتمم اور رکن مجلس شوریٰ مولانا مطیع الرحمٰن حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔اسی طرح ملائیشیا کے علمائے کرام بھی دارالعلوم تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی ۔۷ دسمبر: حضرت مولانا قاضی فضل اللہ صاحب دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی،ملاقات کے بعد قاضی صاحب نے دورہ حدیث میں طلبہ حقانیہ سے خطاب فرمایا اور بعدازاں دارالعلوم کی نئی تعمیرات کا تفصیلی دورہ بھی کیا۔

حضرت نائب مہتمم مولانا حامدالحق حقانی صاحب کی مصروفیات

۱۹/نومبر: پاکستان مسلم لیگ نواز کے اعلیٰ سطحی وفد نے مرکزی رہنما کیپٹن (ر) محمد صفدر صاحب کی سربراہی میں والد محترم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ امیر جمعیت علما اسلام (س)

چیئرمین دفاع پاکستان کونسل و نائب مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ان کی رہائش گاہ پر ملاقات کی۔ ملاقات میں ملکی سیاسی صورتحال اور باہمی دلچسپی کے امور پر تبادلہ کیا گیا۔وفد میں ن لیگ کے مرکزی رہنما سابق گورنر خیبر پختونخوا جناب اقبال ظفر جھگڑا صاحب، سابق ایم این اے الحاج شاہ جی گل آفریدی صاحب،صوبائی ترجمان سابق ایم پی اے جناب اختیار ولی صاحب اور دیگر ضلعی اور صوبائی قیادت کے عہدے دار شامل تھے۔۲۲ر نومبر کو اسلام آباد میں حضرت دادا جان مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے دیرینہ دوست امام کعبہ شیخ صالح بن حمید حفظہ اللہ سے مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ کی ملاقات ہوئی اور انہیں پاکستان آمد پر خوش آمدید کہا،اس موقع پر سعودی سفیر نواف سعید المالکی،مولانا راشد الحق سمیع اور اسرار مدنی صاحبان بھی موجود تھے،برادر حافظ محمد احمد نے امام کعبہ کے روبرو آخری سورتوں کی تلاوت کا شرف حاصل کیا۔۲۴ر نومبر کو راولپنڈی میں معروف عالم دین اور حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے دیرینہ ساتھی حضرت مولانا عبدالمعبود صاحبؒ کی وفات پر ان کے صاحبزادگان سے تعزیت کی، بعد ازاں مولانا چراغ الدین شاہ صاحب کے ادارے تشریف لے گئے جہاں ان سے ان کے نوجوان صاحبزادے اور جامعہ حقانیہ کے فاضل مفتی جلال الدین حقانی کی وفات پر تعزیت کی۔ دریں اثنا سابق گورنر پنجاب جنرل سوار خان کی وفات پر ان کے صاحبزادے اور ناردرن یونیورسٹی نوشہرہ کے سربراہ ڈاکٹر جمیل سے راولپنڈی میں تعزیت کی۔۲۵ نومبر کو صوابی میں حضرت مولانا قاضی فضل اللہ صاحب کی والدہ کی وفات پر تعزیت کے لئے ان کی رہائش گاہ تشریف لے گئے جہاں قاضی صاحب کی آبائی مسجد میں موجود اجتماع سے تعزیتی بیان فرمایا۔۲۸ نومبر: مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور حضرت مولانا فضل الرحیم اشرفی صاحب مدظلہ کی جامعہ حقانیہ تشریف لائے اور دارالحدیث میں طلباء سے خطاب فرمایا اور اجازت حدیث عنایت فرمائی۔ اس موقع پر مہتمم دارالعلوم حقانیہ حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ اور نائب مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب نے معزز مہمان کا شکریہ ادا کیا۔۲۸ر نومبر: پشاور کے سابق ایم پی اے جناب جاوید نسیم اور سابق ٹاؤن ناظم جناب زاہد ندیم صاحبان نے حضرت والد صاحب سے ان کے دفتر میں ملاقات کی۔

یکم دسمبر: حضرت نائب مہتمم صاحب مولانا حامد الحق حقانی مدظلہ ایک روزہ دورے پر مردان تشریف لے گئے جہاں جامعہ اسلامیہ تحفیظ القرآن مردان میں تقریب سے خطاب فرمایا۔

۲ر دسمبر: جامعہ ترتیل القرآن نوشہرہ کے مہتمم قاری محمد اسلم حقانی سے ان کے بھائی اور بھتیجے کی شہادت پر تعزیت کی، قاضی میڈیکل کمپلیکس نوشہرہ میں جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے ناظم مولانا فیض السلام حقانی

کی عیادت کی۔٦ دسمبر: والد محترم حضرت مولانا حامد الحق حقانی مدظلہ نے مجلس اتحاد امت کے زیر اہتمام ’’حرمت مسجد اقصی کانفرنس‘‘ میں شرکت کے لئے ایک روزہ دورے پر اسلام آباد تشریف لے گئے۔ کانفرنس میں شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب، جناب سراج الحق صاحب، مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب و دیگر قائدین نے شرکت کی۔
۸؍دسمبر: ضلع نوشہرہ کے موضع شیدو میں دو فریقین کے درمیان بیس سالہ دشمنی کی صلح و رضامندی کی تقریب میں بطورِ مہمان خصوصی شرکت فرمائی۔۱۰؍دسمبر کو شیدو میں فخر عالم صاحب کے صاحبزادے راشد عالم ایڈووکیٹ کا نکاح پڑھایا۔۱۳؍دسمبر بروز بدھ جمعیت علما اسلام (س) کے امیر اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے نائب مہتمم مولانا حامد الحق حقانی کے فرزند حافظ محمد احمد حقانی نے الحمداللہ اللہ کے فضل وکرم سے حفظ قرآن مکمل کرلیا، اس موقع پر دارالعلوم حقانیہ کے دارالحفظ میں مختصر تقریب منعقد ہوئی تقریب میں اساتذہ کرام سمیت خاندان کے افراد نے شرکت کی۔۲نومبر۲۰۲۳ء کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کانفرنس کے موقع پر مولانا قاضی فتح الباری رستمی کوان کے علمی، ادبی، سماجی، اصلاحی خدمات کے اعتراف میں مولانا حامد الحق حقانی نے حسن کارکردگی ایوارڈ سے نوازا۔

جامعہ کے اساتذہ کا سفر عمرہ

دارالعلوم کے شیوخ واساتذہ کرام نے عمرہ اور حرمین شریفین کی زیارت کی سعادت حاصل کی جن میں شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ باباجی مدظلہ، حضرت مولانا حافظ شوکت علی، مفتی شیر عالم حقانی، قاری شفیع اللہ حقانی، قاری رحمٰن اللہ حقانی، مولانا فیض السلام، مولانا رشید السلام صاحبان شامل تھے

وفیات : گزشتہ دنوں دارالعلوم کے معاونین ومخلصین ومحبین کی وفات ہوئی جن میں مدیرالحق مولانا راشدالحق صاحب کے سسر جناب الحاج عبدالقادر صاحبؒ، ڈاکٹر محمد شریف کی اہلیہ، قاضی عطا اللہ، دارالعلوم کے قدیم خادم اور حضرت مولانا شہیدؒ کے خادم خاص جناب نورولی صاحب کے چچا ولی مان شاہ مرحوم شامل تھے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان سب مرحومین کی مغفرت فرمائے (آمین)

ژوب بلوچستان کے معروف پشتو زبان کے شاعر وادیب حافظ نور الحق ناخبر گزشتہ دنوں انتقال فرماگئے، مرحوم کا حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے عقیدت ومحبت تھی، اپنی کتاب ’’دَ خراسان یادونہ‘‘ کا انتساب بھی حضرت شہیدؒ کے نام کیا تھا۔اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل نصیب فرمائے (آمین)

مولانا محمد اسلام حقانی
نائب مدیر ماہنامہ ''الحق''

تعارف وتبصرہ کتب

● **جامعات میں اسلامی تحقیقی مقالہ جات** (تین جلدیں)، صفحات: اول: ۵۰۸، دوم: ۵۴۱، سوم: ۵۷۸ (کل صفحات ۱۶۲۹) ناشر: لاہور یونیورسٹی، لاہور...... پراجیکٹ کمیٹی (مجلسِ تحریر): ڈاکٹر حافظ انس نضر، ڈاکٹر ملک کامران، محمد شاہد حنیف (ایم اے لائبریری سائنس)، سمیع الرحمٰن (ایم فل)

انسانی تاریخ میں جن جن اقوام نے عروج پایا، اس کے پس منظر میں علم وتحقیق کا کمال نظر آتا ہے۔ ماضی کے رومی ہوں یا قیصری وکسریٰ یا موجودہ دور میں امریکہ یا روس یا یورپ علوم وفنون میں ان کا سکہ دنیا مانتی ہے۔ علوم وفنون کی آبیاری جامعات (یونیورسٹیوں) میں ہوتی ہے اور علم و تحقیق کا میدان بنیادی طور پر یونیورسٹیاں قرار پاتی ہیں جہاں نئے نئے مسائل پر دادتحقیق دی جاتی ہے، جامعات سے وابستہ ماہرین، محققین اخلاقی سیاسی و معاشرتی، معاشی اورطبی ایشوز پر جامعیت کے ساتھ اعتدال اور توازن پرمبنی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں جس سے معاشرے کو درپیش مسائل کا علمی وفکری اورعملی لائحہ عمل پیش کیا جاتا ہے نیز اس کے ذریعے علمی وفکری، تہذیبی اور اخلاقی تقاضوں کی حفاظت کا اہتمام ہوتا ہے۔

پاکستانی جامعات میں شعبہ علوم اسلامیہ ہی میں نہیں دوسرے شعبہ جات بالخصوص اردو، انگریزی، مطالعہ اور دوسرے مضامین میں ایم فل، پی ایچ ڈی کے ہزاروں مقالہ جات پرکام ہوا اور ہزاروں پر کام جاری ہے اسمیں شک نہیں کہ پاکستانی جامعات میں تحقیق کا معیاراورتحقیقی مقالہ جات کی حالت زار نازک اور قابل توجہ ہے، مغربی دنیا کی یونیورسٹیوں میں تحقیقی پراجیکٹس میں ریسرچ قوانین خاص طور پر مدنظر رکھے جاتے ہیں جبکہ پاکستان میں یونیورسٹیاں اسمیں کافی پیچھے نظرآتی ہیں، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے مقالات کیلئے موضوعات کی تلاش بھی ایک اہم مسئلہ ہوتا ہے موضوع طے ہو جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس پر یا اس سے ملتے جلتے موضوع پر تو پہلے ہی کسی دوسری یونیورسٹی میں تحقیقی کام ہو چکا ہے، یونیورسٹیوں میں باہمی رابطہ کی کمی کے باعث بہت سے موضوعات پر دوبارہ، سہ بارہ تحقیقی کام ہورہا ہوتا ہے جس سے یونیورسٹیوں اور طلباء کا وقت اور سرمایہ کا ضیاع ہوتا ہے، یونیورسٹیوں کی سطح پر مقالہ جاتی فہرست کی اشاعت کا کام طلباء اور اساتذہ کیلئے نہایت اہم ہے جس سے طلباء اور اساتذہ کا قیمتی وقت بچتا ہے نیز موضوع طے کرانے میں سہولت رہتی ہے اور سرمایہ بھی محفوظ رہتا ہے، باہمی رابطوں کے

فقدان اور مقالہ جات کی کوئی جامع فہرست دستیاب نہ ہونے کے باعث مقالات کے عنوانات، موضوعات میں تکرار عام مسئلہ ہے، مغربی ممالک میں یونیورسٹیوں میں تحقیق کو باقاعدہ رجسٹرڈ کرنے کیلئے ادارہ جات موجود ہیں امریکہ اور یورپین یونیورسٹیوں میں سائنسز کے بارے میں کوئی نیا موضوع طے نہیں ہو پاتا جب تک اس موضوع کی ضرورت و اہمیت سائنٹفک ریسرچ کے اداروں سے باقاعدہ تصدیق نہیں ہوتی، اسی طرح عرب ممالک کی یونیورسٹیوں میں بھی کوئی تحقیقی موضوع اسوقت تک طلباء کونہیں دیا جاتا اور نہ تحقیقی مقالہ جمع ہوتا ہے جب تک مقالہ کی ہارڈ اور سوفٹ کاپی، یونیورسٹی کے کچھ مخصوص اداروں میں جمع نہیں ہو جاتی۔ وطن عزیز پاکستان میں کوئی ایسا ادارہ موجود نہیں، صرف چند ایک افراد اپنی کوششوں اور کاوشوں سے یہ علمی کام سرانجام دیئے ہیں جن میں نمایاں ترین ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر سعید الرحمٰن اور محمد شاہد حنیف کے نام نامی نظر آتے ہیں، موخر الذکر نام محمد شاہد حنیف رسائل و جرائد کی اشاریہ سازی کے علاوہ جامعات میں تحقیقی مقالات کے عنوانات و موضوعات کی فہرست بندی (اشاریہ سازی) میں نمایاں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ زیر نظر ''پراجیکٹ'' جس کو یونیورسٹی آف لاہور نے ''جامعات میں اسلامی تحقیقی مقالہ جات'' کے نام سے بطور ''پراجیکٹ'' بنا کر شائع کیا ہے وہ محمد شاہد حنیف اور اُن کی بنیادی ٹیم کے رُکن سمیع الرحمٰن کی ہی کاوشوں کا ثمر ہے کیونکہ یہ افراد عرصہ دراز سے یہی کام کر رہے ہیں اور کتاب کے موضوعات، ترتیب اور دیگر مواد کا اندازِ بیان و ترتیب انہی کی بیسیوں کتب میں موجود ہے، بہرحال اس علمی اور تحقیقی کام کے لیے پاکستان میں مستقل کسی ایسے شعبے کی ضرورت و اہمیت مسلمہ ہے، اس ضمن میں یونیورسٹی آف لاہور کے تحت شائع ہونے والی زیر نظر کاوش اس جانب ایک اہم کڑی ہے۔ زیر نظر کتاب ''جامعات میں اسلامی تحقیقی مقالہ جات'' کے ذریعے یونیورسٹی آف لاہور نے اس اہم ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے تین حصوں میں شائع کی ہے۔ جس میں ۸۲ سے زائد پاکستانی اور بھارتی جامعات میں پیش کردہ مقالہ جات کے عنوانات، ۹۰۰ نگرانوں کی زیر نگرانی پیش کردہ اسلامی موضوعات بالخصوص بی ایس، ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی اور پوسٹ ڈاکٹریٹ کی سطح کے ہزاروں مقالہ جات کے موضوعات شامل ہیں جبکہ مجموعہ فہرست مقالہ جات کے دوسرے ایڈیشن کیلئے مزید عنوانات کے حصول کیلئے کام جاری ہے۔

زیر نظر کتاب میں قرآن وتفسیر، حدیث وعلوم حدیث، ایمان وعقائد، عبادات، فقہ واجتہاد، معاشرتی نظام، تعلیم وتعلم، دعوت وتبلیغ اور تزکیہ نفس، معاشی و سیاسی نظام، عدلیہ و نظام قضا، طب و سائنس، عالم اسلام ومغرب، سیر وسوانح، صحابہ کرامؓ وصحابیاتؓ تابعین وعصری شخصیات، تاریخ اسلام اورمغرب، تقابل فرق و ادیان، ادارے جماعتیں، صحافت، شعر وادب لسانیات اور متفرقات ...... ان

کے بنیادی عنوانات کے ساتھ سیکڑوں ذیلی موضوعات کے تحت یہ مجموعہ مرتب کیا گیا ہے، تمام عنوانات مقالہ نگار، نگراں، نیز مقالہ کس پروگرام کے تحت جمع کروایا گیا ہے۔ اسی طرح مکرر اور دہرائے جانے والے چند موضوعات جن میں تحفظ ختم نبوت، شہادت عثمان غنیؓ، مقام صحابہؓ، سید مناظر احسن گیلانی، پروفیسر عبدالحمید صدیقی، جلال الدین قادری اور تفسیر، قاری محمد طیب، پاکستان میں اردو منظوم سیرت نگاری اور ڈاکٹر اسرار احمد وغیرہ کی مثالیں بھی دی گئی ہیں، یونیورسٹیوں کے مابین رابطہ کاری اور روابط کی مضبوطی اور استحکام کیلئے یونیورسٹی آف لاہور کے اس پراجیکٹ کے تحت ایک ویب گاہ (website) بھی زیر ترتیب ہے جس پر مقالات جات کی فہرست، تلاش کے آپشن کیساتھ تمام عنوانات اور پہلوؤں کیساتھ دستیاب ہوگی، فہرست کی ویب پر موجودگی سے استفادہ مزید آسان ہو جائیگا۔

کتاب کی تیسری جلد کے آخر میں ۴۵ صفحات پر نگران، مقالہ جات کی فہرست بطورِ اشاریہ درج کی گئی ہے۔ جس سے کسی نگران کے تحت ہونے والے مقالات تک رسائی آسان ہوگئی ہے۔ یونیورسٹی آف لاہور کے شعبہ علوم اسلامیہ کے پراجیکٹ ریسرچرز کی یہ خوبصورت اور قابل قدر کاوش پاکستان ہی نہیں دنیا بھر کی یونیورسٹیوں کے اساتذہ وطلباء کیلئے نئی راہیں کھولنے کا سبب بنے گی اور بی ایس، ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے طلباء کیلئے موضوعات کی عدم دستیابی اور تکرار موضوع کو ختم کرنے میں اہم کردار ادا کرے گی۔ کتاب کی اشاعت جس سائز میں کی گئی ہے وہ مناسب نہیں بلکہ زیادہ بہتر ہوتا کہ اس کتاب کو رنگین اور آرٹ پیپر پر شائع کرنے کی بجائے عام کتابی سائز شکل میں عام سستے کاغذ پر شائع کیا جاتا جس سے ہر طالبعلم، محقق، ادارہ اور لائبریری کی پہنچ میں آسانی سے یہ کتاب آجاتی۔ یونیورسٹی اپنے لیے اسکو آرٹ پیپر پر شائع کرلیتی۔ کتاب میں فاضل مرتبین کا تعارف نہیں دیا گیا، اگر ''پراجیکٹ کمیٹی'' کے ممبران کا مکمل تعارف دیا جاتا تو اور اچھا تھا اور ان کی حوصلہ افزائی بھی ہوتی اور ''پراجیکٹ کمیٹی'' میں موجود افراد کا اس علمی شاہکار میں حصہ واضح ہوجاتا، بہرحال علمی دنیا کیلئے یہ ایک شاہکار ہے (مبصر: عمران ظہور غازی ناظم شعبہ (سیاسیات)، جماعت اسلامی، منصورہ، لاہور)

- **ماتحتوں کے حقوق** مصنف: مفتی ذاکر حسن نعمانی

ضخامت: ۱۱۸ صفحات ناشر: موتمر المصنفین جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مافوق یعنی بڑوں کی عظمت اور رعب کی وجہ سے ہر ماتحت چار وناچار اس کا حق ادا کرتا ہے لیکن ماتحت بے چارہ اور مظلوم کے حقوق کا پوچھنے والا کوئی نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے بعض اوقات ماتحت کی بہترین صلاحیتیں ابھرنے کی بجائے ہمیشہ کے لئے دفن ہو جاتی ہیں اور ملک وملت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچتا ہے۔ جناب مفتی ذاکر حسن نعمانی (کئی مفید اور قیمتی علمی کتابوں کے مصنف) نے

ماتحتوں کے مظلوم طبقہ کے مافوق طبقہ پر جوحقوق ہیں ان کا ذکر کر کے ماتحت مظلوموں کے دل جیت لئے ہیں، یہ ایک ایسا موضوع ہے جس کی طرف خال خال کسی کا دھیان جاتا ہے، کتاب کے شروع میں موضوع سے متعلق مفتی صاحب کا مقدمہ بڑا قیمتی مفید اور قابل مطالعہ ہے،اس کے پڑھنے سے موضوع کی اہمیت اورضرورت واضح ہوجاتی ہے، یہ کتاب دراصل ماتحتوں کے لیےنہیں بلکہ مافوق حضرات کی خدمت میں ایک قیمتی سوغات ہے، مافوق حضرات اگراس کتاب کو پڑھ کراس پرعمل کریں تو یقیناً آخرت کے باز پرس سے بچ جائیں گے اور ماتحت حضرات انکے دعا گو بن جائیں گے اس طرح ملک وملت کیلئے ہر دور میں بہترین اور باصلاحیت افراد ہر دور میں ملتے رہیں گے اور ملک ترقی کی منازل طے کرتا چلا جائے گا اور قحط الرجال کا مصنوعی یا حقیقی واویلا بھی ختم ہوجائے گا۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کومقبولیت اور مصنف کو اجر دارین عطا فرمائے۔کتاب منگوانے کے لئے اس نمبر پر 0333 9346531 رابطہ کیجئے (مبصر:مولانا قاسم حبیب)

● **مسئلہ فلسطین** تالیف علامہ زاہدالراشدی مرتب: مولانا حافظ خرم شہزاد

ضخامت:۲۲۱صفحات ناشر: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ نوشہرہ

ارض فلسطین انبیائے کرام علیہم السلام کا وطن ہے، بیت المقدس کی سرزمین ہے اور دنیا بھر کے مسلمانوں کی عقیدتوں اورمحبتوں کا مرکز ومحور ہے، اس کی تاریخ کا آغاز سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت سے ہوتا ہے، جب انہوں نے اپنے والد آذر کے ساتھ آخری مکالمہ کے بعد اہلیہ محترمہ حضرت سارہؓ اور بھیجے حضرت لوطؑ کیساتھ بابل سے فلسطین کی طرف ہجرت فرمائی تھی اور اس سرزمین کو اپنا مسکن بنالیا، اس کے بعد سے یہ خطہ اہم دینی، سیاسی، تہذیبی واقعات اور تاریخی تبدیلیوں کا مرکز چلا آرہا ہے، اس پر گفتگو کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ اس کے ماضی کی تاریخ کو سامنے لایا جائے جو سینکڑوں کتابوں میں بکھری ہوئی ہے اور یہ خطہ اہل علم و دانش کی گفتگو اور تحریروں کا محور و مرکز ہے، اس وقت یہ سرزمین اسرائیل اور یہود کے زیر تسلط ہے اور اب تک وہاں ہزاروں مظلوم مسلمان جام شہادت نوش کر گئے ہیں اور سینکڑوں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں، مسئلہ فلسطین پر اب تک سینکڑوں مضامین و مقالات مختلف زبانوں میں لکھے جاچکے ہیں اور تاہنوز اس پر خامہ فرسائی کا سلسلہ جاری ہے، اس سلسلے کی ایک حسین کڑی حضرت مولانا زاہدالراشدی صاحب کی کاوش بھی ہے۔

زیرتبصرہ کتاب ''مسئلہ فلسطین'' میں حضرت علامہ صاحب نے مسئلہ فلسطین کا پس منظر، بیت المقدس اور مسلم حکمران، تاریخ یہود اور اسرائیل، مسئلہ فلسطین اور مغرب، اسرائیل کوتسلیم کرنے کی بحث جیسے اہم موضوعات پر سیر حاصل روشنی ڈالی ہے، اس اہم نظریاتی اورفکری مسئلہ کے جملہ متعلقات

پر مولانا زاہد الراشدی صاحب کے متنوع مضامین اور بیانات نہ صرف تاریخ کا حصہ ہے بلکہ امت مسلمہ میں فکری ونظریاتی بیداری کی لہر اور امید کی کرن بھی ہے، علامہ زاہد الراشدی صاحب کے یہ مضامین و بیانات نوجوانان ملت اور مسلم حکمرانوں کی رہنمائی کا ذریعہ ہیں جسے حافظ خرم شہزاد صاحب اور حافظ کامران حیدر صاحب نے استاد مکرم حضرت مولانا عبد القیوم حقانی مدظلہ کی تحریک و ایماء پر کمال مہارت، سلیقے سے خوبصورت انداز میں مرتب کیا، یہ کاوش اپنے موضوع پر ایک دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے جس سے خواص اور عامہ الناس یکساں طور پر مستفید ہوسکتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور مظلوم فلسطینیوں کو اسرائیل سے حقیقی آزادی کا وسیلہ ثابت فرمائے

- منحة الباری فی شرح السراجی تالیف: مولانا مفتی ابومحمد صفوان یاسین حقانی

ضخامت: ۵۱۲ صفحات ناشر: مکتبہ عباسیہ تیمرہ گرہ ۔ 0315 5783983

ایک میّت اپنے پیچھے جو مال، جائیداد، سونا اور چاندی یا دیگر پراپرٹی چھوڑ جاتی ہے جسے شریعت کی اصطلاح میں ترکہ، وراثت، ورثہ یا میراث کہا جاتا ہے، اب اس کی تقسیم ورثاء پر کب، کس حالت میں اور کس وارث کو کتنا ملتا ہے؟ شرعی اصطلاح میں اسے علم الفرائض اور علم المیراث کہا جاتا ہے، شریعت مطہرہ میں علم میراث نہایت اہمیت کا حامل علم ہے، جس پر قرآن مجید کی آیات شاہد ہیں اور رسالت مآب ﷺ نے صحابہؓ کو اس علم کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اس کے سیکھنے اور سیکھانے کی تلقین کی۔ عہد رسالت ﷺ کے بعد فقہائے کرام نے اس علم کی تدوین پر وسیع پیمانے پر کام کیا، اس کو اہم مقام ومرتبہ دیتے ہوئے اس کی اصطلاحات وضع کیں اور قرآن وسنت کی روشنی میں اس کے قواعد وضوابط مستنبط کئے اور اس موضوع پر بے شمار کتابیں لکھیں جس میں ایک اہم کتاب سراجی بھی ہے جو ہمارے مدارس میں عرصہ سے شامل نصاب ہے اور اہمیت کے ساتھ پڑھائی جاتی ہیں چونکہ یہ ایک مشکل کتاب ہے تو اہل علم نے اس کی تسہیل وتشریح کیلئے بیشار شروحات لکھیں اور اب تک اس پر خامہ فرسائی کا سلسلہ جاری ہے، اس سلسلہ کی ایک کڑی جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے ہونہار فاضل حضرت مولانا مفتی یاسین حقانی کی شرح بھی ہے۔ زیرتبصرہ کتاب منحة الباری فی شرح السراجی میں مصنف موصوف نے سراجی کی تسہیل وتشریح نہایت عرقریزی سے عام فہم انداز میں مثالوں کے ساتھ پیش کرنے کی سعی ہے، عربی عبارات کے ترجمے، نحوی اور صرفی قواعد کا بھی خیال رکھا گیا ہے، مؤلف موصوف خود سراجی پڑھاتے ہیں تو ان کے تدریسی تجربات ان کی اِس شرح میں نمایاں نظر آتے ہیں، علم میراث پڑھانے والے اساتذہ کرام، پڑھنے والے طلبائے کرام اور اس علم سے دلچسپی رکھنے والوں کیلئے یہ شرح یکساں طور پر نہایت مفید، نافع اور عمدہ کاوش ہے۔ اللہ اس علمی کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے۔ (آمین)